اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً

اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو ؟

(آمین آہستہ کہنی چاہیئے)

بلند آواز سے آمین کہنا قرآن واحادیث وسنت کے خلاف ہے اسی پر اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم جمہور تابعین رضی اللہ عنہم آئمہ حضرات کا متفقہ فعلہ ہے وہابی، نجدی مولویوں کو لاجواب کر دینے والی واحد کتاب آمین بالاخفاء پڑھیں اور نمازیں درست کریں۔

مؤلف

جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول شیخ الحدیث

ابو العلاء مفتی محمد عبد اللہ قادری اشرفی رضوی برکاتی

ناظم ومہتمم دار العلوم جامعہ حنفیہ قصور (پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ آلک واصحابک یا حبیب اللہ

فہرست

مقدمہ

احناف کے نزدیک ہر نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی یا اکیلا اور نماز جہری ہو یا سری آمین آہستہ کہتے ہیں مگر غیر مقلدین وہابیوں کے نزدیک جہری نماز میں امام و مقتدی بلند آواز سے چیخ کر آمین کہتے ہیں، جو قرآن و احادیث، اقوالِ صحابہ کرامؓ، جمہور تابعین کرامؒ اور ائمہ رضی حضرات کے خلاف ہے۔

لیکن وہابیوں نے محض دھوکہ بازی یا لاعلمی کی وجہ سے شور مچا رکھا ہے کہ احناف (اہلِ سنت) کے پاس آہستہ آمین کہنے کے لیے کوئی دلائل موجود نہیں ہیں حالانکہ سراسر جھوٹے ہیں ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی فعل ثابت نہیں ہے جب احناف (اہلسنت) کے اہل قرآن و احادیث، اقوالِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ حضرات کے دلائل موجود ہیں۔ انشاء اللہ ہم قارئین کرام کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اور آخر میں وہابی لوگ جو دلائل دے کر اہلِ سنت کے عوامی آدمیوں کو گمراہ کرتے ہیں ان پر جرح و قدح بھی کی گئی ہیں پھر ناظرین کو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ وہابیوں کا شور مچانا محض ان کی جہالت پر مبنی ہے۔

<u>مقام غور</u>: عزیز قارئین کرام آپ کو معلوم ہو گا کہ تمام چیزوں کا علم قرآن پاک میں موجود ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (انعام پ ۷) اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں مگر کتاب روشن میں لکھی ہوئی ہے۔

ایک جگہ فرمایا۔ وَتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ہر چیز کی تفصیل قرآن پاک میں موجود ہے (الاعراف پ ۹) جب ہر مسئلہ قرآن پاک میں موجود ہے اور ضرور بہ ضرور موجود ہے ہمیں

مسئلہ آمین بھی پہلے قرآن پاک سے ثابت کرنا چاہیے کہ قرآن پاک کا کیا حکم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ ..... الخ یعنی اگر کسی بات (مسئلہ) میں تمہیں اختلاف واقع ہو تو وہ مسئلہ لے کر خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو ...... الخ اہلسنت احناف، اور غیر مقلدین وہابیوں کا اختلاف مسئلہ آمین بالاخفاء یا جہر میں ہوا تو ہم تعلیم قرآن پاک پر عمل کرتے ہوئے اس اختلاف کو پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع کر کے معلوم کرتے ہیں پھر احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کر کے معلوم کریں گے تو قارئین کرام کو چاہیے کہ بغور مطالعہ کریں انشاء اللہ تعالیٰ مسئلہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گا۔

آمین بھی ایک دُعا ہے آہستہ کہنی چاہیے

آیت نمبر ا قولہ تعالیٰ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَۃً یعنی اپنے رب کو زاری اور آہستگی سے پکارو بیشک اللہ تعالیٰ حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

آیت نمبر ۲ لقولہ تعالیٰ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا یعنی حضرت ذکریا علیہ السلام نے جب اپنے رب کو آہستگی سے پکارا۔

آیت نمبر ۳۔ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا مانگتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری دعا کو قبول کر لیا۔ (جلالین شریف)

آیت نمبر ۴ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ یعنی جب سوال کریں بندے میرے مجھ سے پس میں ان کے پاس ہوں۔

آیت نمبر ۵ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ تَضَرُّعًا۔ یاد کرو اپنے جی میں گڑگڑا کر۔

پس ان آیات بینات سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا عاجزی اور آہستگی سے مانگنی چاہیے، چنانچہ تمام انبیاء علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے آہستگی اور گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

اور صاحب فتح المبین صفحہ ۳۹۸ میں عطا سے نقل ہے کہ آمین دُعا ہے کیوں کہ کسی صاحب کے دل میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُعا کے لیے فرمایا ہے کہ آہستگی سے دُعا کرو تمام آیات سے یہ ہی مراد ہے کہ دُعائیں آہستگی سے کرو۔ تمام انبیاء علیہ السلام نے آہستگی سے دعائیں کی ہیں تو اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی ہیں۔

سب سے پہلے آمین کو دُعا ثابت کرتے ہیں کہ آمین بھی دُعا ہے جیسے ہم نے پہلے صاحب فتح المبین کا حوالہ دیا اب بخاری شریف کا حوالہ سماعت فرمائیں۔ کَمَا نَقَلَہُ الْبُخَارِیُّ قَالَ عَطَاءٌ اٰمِیْن دُعَاءٌ یعنی کہا عطا نے کہ آمین دُعا ہے (بخاری شریف)

قارئین کرام پہلے ہم نے قرآن پاک سے ثابت کیا کہ دُعائیں آہستگی سے مانگنی چاہیے۔ اب بخاری سے اور فتح المبین وغیرہ سے ثابت کیا کہ آمین بھی دُعا ہے بجز ایہ بھی آہستگی سے کہنی چاہیے۔ صاحب فتح القدیر نے لکھا ہے کہ ابن مسعود نے فرمایا اَرْبَعٌ یُخْفِیْھِنَّ الْاِمَامُ التَّعَوُّذُ وَالثَّنَاءُ وَالتَّسْمِیَۃُ وَالتَّامِیْن۔ یعنی چار چیزیں امام آہستہ کہے اعوذ اور سبحانک اللھم اور بسم اللہ شریف اور آمین اور تبیین الحقائق باب صفۃ الصلوٰۃ میں بایں طور لکھا ہے۔ وَلَنَا حَدِیْثُ اَوَائِل اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَام قَالَ اٰمِیْن وَخَفِضَ بِھَا صَوْتَہٗ رواہُ احمدُ وابوداؤد والدارقطنی وقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ یُخْفِی الْاِمَامُ اَرْبَعًا التَّعَوُّذُ وَالتَّسْمِیَۃُ وَ اٰمِیْن وَرَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ الخ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی اخفا (آہستہ) کیا دارقطنی نے اور فرمایا حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے امام چار چیزوں کو اخفا (آہستہ) کرے۔ اعوذ باللہ اور بسم اللہ شریف اور آمین اور ربنا لک الحمد اور بہت بڑی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جماعت کا اس پر اتفاق ہے، تو عزیز قارئین کرام ایک طرف غیر مقلدین وہابی ہیں اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اب آپ جس کو چاہیں ترجیح دے سکتے ہیں اور عمل کر سکتے ہیں کیوں کہ جو کسی سے محبت و عقیدت رکھتا ہے

وہ اُسی کے اقوال افعال پر اپنے اپنے اعمال کو ترجیح دیتا ہے اور جس کے ساتھ محبت و عقیدت ہوگی قیامت میں بھی حشر اُسی کے ساتھ ہوگا۔ اب آپ دلائل مفصلہ حقائق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔

آمین بالاخفا۔ منشاء ایزدی کے عین مطابق ہے جیساکہ قرآن پاک میں ہے ہم بھی ذکر کر آئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ بھی آمین آہستہ تھی اور ہم انشاء اللہ ثابت کریں گے۔ آمین بالاخفاء کی احادیث جن صحابہ کرام سے مروی ہیں وہ تمام صحابہ کرام فقیہہ تھے اور تمام صحابہ کرام کا اسی پر اتفاق ہے کہ آمین آہستہ کہی جاتے۔ تابعین عظام و تبع تابعین کرام کا بھی یہی مسلک ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔ محدثین عظام و امام اعظم ابوحنیفہ آئمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اسی پر عمل رہا۔ جن محدثین کی کتب میں آمین بالاخفاء کی احادیث مروی ہیں۔ بخاری، مسلم، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، بیہقی، مشکوٰۃ، طحاوی، عینی شرح ہدایہ، موطا امام یوسف، موطا امام محمد، موطا امام مالک، عبدالرزاق، حافظ ذہبی، ابن معین دارقطنی، ردّ المختار، قرطبی، امام عینی، امام قسطلانی شرح بخاری میں، ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، فتوحات دہلیہ شرح اربعین نووی فاضل ابن عطیہ، علامہ شنوانی جمع النہایۃ انجاح الحاجہ حاشیہ ابن ماجہ، شرح جامع صغیر علامہ جلال الدین سیوطی محقق اعظم علامہ عبدالحق محدث دہلوی امام غزالی امام رازی، بایزید بسطامی ان کے سارے متبعین جن میں لاکھوں اولیاء، علماء، محدث، فقہاء، مفسرین داخل ہیں ان جملہ نفوس قدسیہ کا آمین بالاخفا پر اجماع ثابت ہے۔ دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بشیر القادری کراچی
وبیگ تحصیل و ضلع قصور،
۹ اپریل سنہ ۱۹۹۰ء

نفسِ مسئلہ کی نوعیّت

۱۔ احناف کا مذہب یہ ہے کہ نماز میں آمین کو اخفا اور اسرار کے ساتھ کہا جائے آمین کو آہستہ کہا جائے اونچی آواز سے نہ کہا جائے۔ اور یہی مذہب امام مالک علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اور مذہب امام شافعی علیہ الرحمۃ اور امام احمد علیہ الرحمۃ ان دونوں کا اُن کے خلاف ہے چنانچہ علامہ کرمانی شارح بخاری فرماتے ہیں۔ واختلفوا فی جہرھا فمذہب الشافعی واحمد الجہر ومذہب الکوفیین ومالک السرّ

(حاشیہ بخاری "۴" صفحہ ۱۰۸۔ جلد اول مطبوعہ کراچی)

۲۔ غیر مقلدین! بڑا شور مچاتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس امین بالجہر کے دلائل ہیں اور احناف کے پاس آمین بالاخفاء کے کوئی دلائل نہیں ہیں۔ یہ سنت کے خلاف کرتے ہیں۔ حالانکہ ان غافلوں کو پتہ ہی نہیں کہ دلائل کیا ہوتے ہیں! یہ امر مسلمات سے ہے کہ دعویٰ اور دلیل میں مطابقت اور تقریب تام ہونی چاہیے تب دعویٰ ثابت ہوگا مگر ان کے دعوؤں اور دلائل میں نہ کوئی مطابقت ہوتی ہے اور نہ ہی تقریب تام۔ تو پھر دعویٰ کیسے ثابت ہوگا۔

۳۔ لطیفہ دعویٰ غیر مقلدین کا یہ ہے کہ امین بالجہر کہنی چاہیئے۔ دلیل میں احدیث مدّ بھا صوتہٗ کو پیش کرتے ہیں سامعین اب غور کیجئے کہ دعویٰ خاص اور دلیل عام ہے اور ہر امر مسلمات سے ہے کہ وجود عام! وجود خاص کو مستلزم نہیں ہے۔ جب دونوں میں استلزام ہی نہ ہوا تو مطابقت اور تقریب تام نہ ہوئی۔ دعویٰ ثابت نہ ہوا۔ لہٰذا دعویٰ باطل ہوا غیر مقلدین! مد تو آمین بالاخفاء اور امین بالاخفاء میں بھی ہوتا ہے۔

لطیفہ اسی طرح اپنے دعویٰ ہر غیر مقلدین احدیث امنوا اور حدیث قولوا امین پیش کرتے ہیں یہ اُن کے دعویٰ امین بالجہر کو کسی صورت میں بھی مفید نہیں ہیں۔ ان

دونوں حدیثوں سے یہ ثابت ہوا کہ آمین کہو۔ دعویٰ یہ کہ امین بالجہر کہو اور دلیل امین کہو۔ دعویٰ خاص دلیل عام یعنی جہراً اور اخفاء دونوں کو شامل ہے۔ وجود عام! وجود خاص کو مستلزم نہیں لہٰذا دعویٰ اور دلیل میں مطابقت نہ ہوئی۔ دعویٰ باطل ہوا نیز دعویٰ مقیدّ ہے اور دلیل مطلق ہے۔ اب مقیدّ اور مطلق میں مطابقت ہی نہیں کیوں کہ المقید یجری علیٰ تقییدہٖ اور المطلق یجری علی اطلاقہ یعنی مقید اپنی تقیید پر جاری رہتا ہے اور مطلق اپنے اطلاق پر تو مطابقت کیسے ہوئی؟ لہٰذا دعویٰ باطل ہوا۔ اگر قولوا (قول) سے امین کا جہراً ثابت ہے تو قُل ھو اللہ احد کو بھی جہراً ہی پڑھنا چاہیے۔ اور قُل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سے بھی جہر ثابت ہوگا۔ اسی طرح احادیث میں ہوگا کہ جب صُبح کو اُٹھو تو یوں کہوں اور جب سونے لگو تو یوں کہو جب کھانا کھاؤ تو یہ کہو اور جب قرآن حکیم ختم کرو تو یہ کہو تو ان سب ادعیہ ماثورہ (ادعیہ مسنونہ) کا جہر سے پڑھنا ثابت ہوگا حالانکہ ایسا نہیں۔ اس طرح جب امام سمع اللہ لمن حمدہٗ کہے تو حدیث میں آیا ہے۔ تم ربنا لک الحمد کہو۔ ایسے التحیات پڑھنے کے متعلق لفظ قولوا آیا ہے تو یہاں پر پھر غیر مقلدین ان سب کو جہر سے پڑھنا کیوں مسنون قرار نہیں دیتے ان کو آہستہ کہنا کیوں مسنون قرار دیتے ہیں حالانکہ قولوا اور قُل ان میں بھی موجود و مذکور ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر مقلدین کا قولوا کے صیغہ سے امین بالجہر پر استدلال کرنا محض مغالطہ اور عوام کو فریب دہی ہے۔

حقیقت حال غیر مقلدین فرقہ وہابیہ کا یہ وطیرہ بن چکا ہے اور سوچی سمجھی اسکیم اور ان کی سازش کہ سنیوں کو فروعی مسائل مسئلہ امین اور مسئلہ فاتحہ خلف الامام اور مسئلہ رفع یدین اور ختم طعام اور گیارہویں شریف مسئلہ تراویح میں الجھائے رکھیں تاکہ سنی حنفی حضرات ہماری اعتقادی مسائل کی طرف نہ آئیں اور ان میں بحث مباحثہ نہ کریں تاکہ ہم ذلیل و رسوا اور خایئب و خاسر نہ ہوں کیوں کہ جب یہ سنی

حضرات ہمارے عقائد باطلہ فاسدہ کاسدہ پر مطلع ہوں گے تو ہیں دال ۔ فا ۔ عین کہیں گے ان کے عقائد باطلہ کفریہ ملاحظہ ہوں ۔

	عقائد غیر مقلدین	عقائد حقہ اہل السنت و الجماعت
۱	خدا جھوٹ بول سکتا ہے گو بولے گا نہیں (معاذ اللہ)	سنی عقیدہ ۔ جو یہ کہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے وہ بے ایمان اور مرتد ہے ۔ قرآن کریم میں ہے من اصدق من اللہ حدیثا
۲	سرکار کی نظیر ممکن ہے ۔	سنی عقیدہ یہ ہے کہ سرکار کی نظیر محال ہے جو سرکار کی نظیر ممکن مانے ۔ بے ایمان اور مرتد ہے ۔
۳	سرکار کو علم غیب عطائی بھی نہیں ہے ۔	جو یہ کہے کہ سرکار کو علم غیب عطائی نہیں ہے وہ بے ایمان و مرتد ہے ۔ قرآن کریم میں ہے : وما ھو علی الغیب بضنین نبی غیب بتانے پر بخیل نہیں ہے ۔
۴	سرکار مر کر مٹی میں مل گئے معاذ اللہ	جو یہ کہے کہ سرکار مر کر مٹی میں مل گئے وہ خبیث النفس انسان ہے اور بے ایمان ہے ۔
۵	سرکار ہمار مثل بشر ہیں معاذ اللہ	جو یہ عقیدہ رکھے کہ سرکار ہماری مثل بشر ہیں ۔ وہ گستاخ رسول بے ادب اور بے ایمان ہے ۔
٦	جس کا نام محمد و علی ہے وہ کسی چیز کا مالک و مختار نہیں	سرکار مالک و مختار ہیں جو اس کے خلاف کہے وہ گستاخ رسول اور خارج عن السلام ہے
۷	اللہ چاہے تو لاکھوں محمد پیدا کر دے معاذ اللہ	جو یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ اب لاکھوں محمد پیدا کر سکتا ہے ۔ وہ بے ایمان خارج عن الاسلام

	عقائد باطلہ غیر المقلدین	عقائد حقہ اہل السنت و الجماعت
		ہے ۔ اللہ تعالی اب لاکھوں محمد تو کیا ہزاروں تو کیا سینکڑوں تو کیا بیسیوں تو کیا ایک محمد بھی اب نہیں پیدا ہو سکتا ۔ محال ہے اور ممتنع ہے ۔
۸	اللہ تعالی کا عرش پر مکان ہے کرسی پر پاؤں رکھتا ہے ۔	اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے وہ کسی مکان کا پابند نہیں ۔
۹	یا رسول اللہ کہنے والے کا قتل جائز ہے	یا رسول اللہ کہنا سچے امتی ہونے کی نشانی ہے ۔
۱۰	نبی کریم کا علم شیطان سے کم ہے اور شیطان کا علم زیادہ ہے ۔	نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے ۔
۱۱	سرکار کے علم غیب کو مجنون و بہائم و جمیع حیوانات سے تشبیہ دینا ۔	نبی کریم کے علم غیب کے ساتھ مجنون وغیرہ کی تشبیہ دین اسلام سے اخراج کے لیے کافی ہے ۔

لطیفہ | غیر مقلدین ! حدیث مَدَّ بِھَا صَوْتَہٗ اور حدیث اَمِّنُوا اور حدیث قُولُوا آمین کو اپنے دعوی آمین بالجہر میں ایسے پیش کرتے ہیں جیسے معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان غیر مقلدین کے علم میں یہ ہے کہ احناف آمین نہیں کہتے ۔ کیونکہ یہ احادیث تو اُن کے سامنے پیش کی جائیں جو آمین ! نماز میں نہ کہتے ہوں تو اُن کو کہو کہ سرکارؐ نے فرمایا ہے اَمِّنُوا امین کہو ۔ سرکارؐ نے فرمایا ہے قُولُوا آمین آمین کہو ۔ سرکارؐ نے آمین مد کے ساتھ کہی قصر کے ساتھ نہ کہی تم بھی آمین کہو ۔ احناف تو آمین کہتے ہیں لہٰذا یہ احادیث اپنے دعوی امین بالجہر میں پیش کرنا جہالت اور سراسر حماقت ہے ۔ ہاں نمبر ضرور بن جائیں گے ۔ نیز احناف کا آمین کو آہستہ کہنا ان کے نزدیک آمین کہنا ہی نہیں ہے ۔ اونچی کہیں تو پھر آمین کہنا ہے ۔ خوب ۔ تعوذ (اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم) کو

غیر مقلدین آہستہ پڑھتے ہیں تو اس کا کیا مطلب کہ انہوں نے تعوذ نہیں پڑھا۔ یقیناً پڑھا ہے تو آمین کو آہستہ پڑھنا بھی احناف نے امین کو کہا ہے۔ تشہد آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ دُعا درود شریف آہستہ پڑھے جاتے ہیں اور اعتقاد یہی ہے کہ ان کو پڑھا ہے۔ اس طرح آمین کو آہستہ پڑھا جاتا ہے اور اعتقاد یہی ہے کہ اس کو پڑھا ہے۔

لطیفہ اسی طرح غیر مقلدین اپنے دعویٰ امین بالجہر میں حدیث موافقۃ ملائکۃ کو پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی اُن کے دعویٰ کو مفید نہیں کیونکہ موافقت ملائکہ سے یا تو موافقت فی الوقت مراد ہو سکتی ہے یا موافقت بالکیفیت مراد ہو سکتی ہے۔ یہاں موافقت بالکیفیت مراد ہے یعنی آمین کا آہستہ کہنا وہ بھی آہستہ کہتے ہیں اور حنفی سنی حضرات بھی آہستہ کہتے ہیں لہٰذا اس حدیث موافقۃ ملائکہ کا اپنے دعویٰ امین بالجہر میں پیش کرنا جہالت ہے۔ کیوں کہ اس دلیل کو دعویٰ سے کوئی مطابقت اور ربط اور تقریب تام نہیں ہے۔ لہٰذا غیر مقلدین کا دعویٰ باطل ہوا۔ کیوں کہ دعویٰ خاص ہے اور دلیل عام ہے اور محتمل بھی ہے اور وجودِ عام! وجودِ خاص کو مستلزم نہیں۔ تقریب تام نہ ہوئی غیر مقلدین کا دعویٰ امین بالجہر باطل ہوا نیز دلیلِ محتمل سے دعویٰ غیر محتمل ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ قارئین حضرات یہ بات قابلِ غور ہے کہ

۱۔ خفی کی ضد جہر ہے۔ قرآن میں ہے۔ انہ یعلم الجھر وما یخفی۔ خفی کی ضد مدّ نہیں ہے کہ حدیث مدّ امین سے امین بالاخفاء کی نفی ہو۔ نہیں نہیں۔ بلکہ خفی اور مدّ دونوں اکٹھے ہو سکتے ہیں کیوں کہ یہ ضدین نہیں ہیں۔ مدّ کی ضد قصر ہے۔ اور خفی کی ضد جہر ہے۔ یہ دونوں آپس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے کیونکہ

الضدان لا یجتمعان

۲۔ خفی کی ضد جہر ہے۔ خفی کی ضد قول نہیں ہے کہ قول آمین کے ثبوت سے اخفاء امین کی نفی ہو بلکہ خفی اور قول دونوں جمع ہو سکتے ہیں کیونکہ قول کی ضد سکوت ہے یہ

دونوں آپس میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

۳۔ خفی کی ضد جہر ہے خفی کی ضد رفع نہیں ہے کہ حدیث رفع امین سے امین بالاخفا کی نفی ہو جائے یہ نہیں ہو سکتا۔ رفع کی ضد خفض ہے کیونکہ رفع چند معنوں میں آتا ہے۔

احتمال ہے ۱ حدیث امین بالرفع یہ روایت بالمعنیٰ ہے۔ حدیث امین بالمد کی اور حدیث امین بالمد جہر کو مستلزم ہے۔

احتمال ہے ۲ حدیث امین بالرفع یہ تعلیم اُمت کے لیے ہے یعنی کبھی کبھار لہٰذا یہ امین بالرفع دوام کو مستلزم نہیں۔

احتمال ہے ۳ حدیث امین بالرفع داخل نماز نہیں خارج نماز ہے۔ دعویٰ تو تمہارا نماز میں امین بالجہر کا ہے لہٰذا حدیث امین بالرفع سے نماز میں رفع کو مستلزم نہ ہوئی۔ اصول مسلمہ ہے۔ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب کسی دلیل میں احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

لہٰذا حدیث امین بالرفع سے (امین بالجہر دعویٰ) پر استدلال باطل ہوا۔

رہی یہ بات کہ سفیان مدّبہا صوتہ کہتا ہے اور شعبہ خفض بہا تو کس کی روایت کو ترجیح ہوگی میں کہتا ہوں کہ شعبہ کی روایت کو ترجیح ہے اس لیے کہ شعبہ تدلیس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے بلکہ فرماتے تھے کہ میں آسمان سے گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں تو اس سے بہتر ہے کہ میں تدلیس کروں (تذکرۃ الحفاظ) اور سفیان کی روایت میں تدلیس کا شبہ ہے۔ دوسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ آمین دعا ہے اور اصل دعا میں اخفا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ اور اکثر صحابہ و تابعین آمین خفیہ کہتے تھے جیسا کہ جوہر النقی صفحہ ۱۳۲ میں ہے۔ اس لیے شعبہ کی روایت راجح ہوگی۔ اور اصول حدیث میں لکھا ہے کہ مدلس کبھی شیخ الشیوخ کو سقط کرتا ہے اس لیے حجت نہیں۔ مدلس کی معنعن قابلِ حجت نہیں۔

فضائلِ تامین

۱۔ نسائی شریف۔ ابنِ ماجہ۔ مؤطا امام مالک میں ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن القاری فا مّنوا فان الملائکۃ تؤمّن فمن وافق تامینہ تامین الملائکۃ غُفرلہ ماتقدم من ذنبہٖ

ترجمہ سرکار نے فرمایا جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو۔ کیوں کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گی اُس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں۔

فائدہ سرکار نے فرمایا اذا امّن القاری فا مّنوا جب قاری (امام) آمین کہے تم بھی (مقتدیو) آمین کہو۔ اس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو قاری فرمایا۔ مقتدیوں کو قاری نہ فرمایا۔ معلوم ہوا قرأت امام ہی کرتا ہے۔ مقتدی حضرات قرأت نہیں کرتے۔ غیر مقلدو۔ اس حدیث سے حدیث آمین بالجہر کو ثابت کرتے کرتے فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کو ختم کر بیٹھے جس پر تم ادھار کھائے بیٹھے ہو۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اُس نمازی کے لیے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین سے موافقت کرے یعنی فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں اگر اونچی آمین کہتے تو سنی جاتی لہٰذا چاہیئے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہو تاکہ فرشتوں سے موافقت ہو اور ہمارے گناہوں کی معافی ہو۔ ماشاء اللہ آہستہ آمین کہنے کی کتنی فضیلت ثابت ہوئی۔

فائدہ موافقت مابین تامین مقتدین وامین تامین ملائکہ سے مراد اتحاد فی الکیف ہے کیوں کہ

۱۔ دو کلموں میں اتحاد فی الجنس ہو تو اس کو مُجانست کہتے ہیں۔

۲۔ دو کلموں کا اتحاد فی النوع ہو تو اس کو مُماثلت کہتے ہیں۔

۳۔ دو کلموں کا اتحاد فی الخاصہ ہو تو مُشاکلت کہتے ہیں۔

۴۔ دو کلموں کا اتحاد فی الکیف ہو تو اُس کا مُشابہت کہتے ہیں۔ اسے مُوافقت بھی کہتے ہیں۔

۵۔ دو کلموں کا اتحاد فی الکم ہو تو اُس کو مساوات کہتے ہیں۔

۶۔ دو کلموں کا اتحاد فی الاطراف ہو تو اس کو مُطابقت کہتے ہیں۔

۷۔ دو کلموں کا اتحاد فی الاضافت ہو تو اس کو مناسبت کہتے ہیں۔

۸۔ دو کلموں میں تساوی فی وضع الاجزاء ہو تو اس کو مُوازات کہتے ہیں۔

ماخوذ از شرح تلخیص و مختصر المعانی

۲۔ بخاری شریف، مسلم شریف۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ مؤطا امام مالک میں ہے۔ عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال احدکم فی الصلوٰۃ امین وقالت الملائکۃ فی السماء آمین توافقت احدھا الاخری غفرلہ ماتقدم من ذنبہٖ ترجمہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی ایک نماز میں آمین کہتا ہے تو آسمانوں میں فرشتے بھی آمین کہتے ہیں پس اُن میں سے ایک دوسری کی موافقت کرے تو اُس کے گزشتہ گناہوں سے معافی ہو جاتی ہے۔ اس سے آہستہ آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔

۳۔ بخاری شریف۔ ابوداؤد شریف۔ نسائی شریف۔ مؤطا امام مالک ہے۔ عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا امین فانہٗ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفرلہ ماتقدم من ذنبہٖ ترجمہ سرکار نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم (مقتدیو) بھی امین کہو کیوں کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے

موافق ہوگی اُس کے گزشتہ گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ اس حدیث سے بھی آہستہ آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوئی۔

فائدہ سرکار کے فرمان اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم والا الضالین فقولوا آمین یعنی جب امام غیر المغضوب علیھم والا الضالین کہے تو تم آمین کہو" سے واضح ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھنا قرأتِ قرآن" یہ امام کا کام ہے۔ مقتدیوں کا کام نہیں ہے۔ یاد رہے کہ اہل السنت والجماعت بھی نماز میں آمین کہتے ہیں اور یقیناً یقیناً آمین کہتے ہیں مگر آہستہ کہتے ہیں۔ اس حدیث پاک سے امین بالجہر ہرگز ثابت نہیں ہوتی۔

۴۔ مؤطا امام مالک، مسند امام احمد بن حنبل، بخاری شریف، مسلم شریف، ابوداؤد، ترمذی شریف، نسائی، ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابی ھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا امن الامام فامنوا فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام امین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی۔ اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔

فائدہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہ کی معافی اس نمازی کے لیے ہے جس کی آمین فرشتوں کی آمین کی طرح ہو اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں ہم نے ان کی آمین آج تک نہ سنی اور نہ ہی کسی وہابی نے فرشتوں کی آمین سنی تو چاہیے کہ ہماری آمین بھی آہستہ ہو تاکہ فرشتوں کی موافقت ہو اور گناہوں کی معافی ہو۔ جو وہابی چیخ کر آمین کہتے ہیں۔ وہ جیسے مسجد میں آتے ہیں ویسے ہی واپس جاتے ہیں ان کے گناہوں کی معافی نہیں ہوتی کیونکہ وہ فرشتوں کی آمین کی مخالفت کرتے ہیں۔ حضور نبی کریم ارشاد فرماتے ہیں فَاِنَّہٗ مَنْ وَّافَقَ تَامِیْنُہٗ تَامِیْنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ غُفِرَ لَہٗ من ذنبہ

جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوئی اس کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے

وہابی موافقت کے بجائے مخالفت کرتے ہیں۔ اس لیے ان کے گناہوں کی معافی نہیں گناہوں کی معافی اُن لوگوں کے لیے جو فرشتوں کی موافقت کرتے ہیں یعنی آہستہ آمین کہتے ہیں۔

۵۔ ابن جریر میں ہے۔ عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین وقال من خلفہٗ امین فوافق تامینھم تامین الملائکۃ غفرلھم ما تقدم من ذنبھم وما تاخر۔ ابن جریر میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب امام کہے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین جس نے اُس کے پیچھے آمین کہی فرشتوں کی آمین کے موافق تو اُن کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

فائدہ اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوتے ایک یہ کہ مقتدی امام کے پیچھے سورہ فاتحہ ہرگز نہ پڑھے اگر مقتدی پڑھتا تو حضورؐ فرماتے کہ جب تم ولا الضالین کہو تو تم آمین کہو۔ معلوم ہوا کہ تم صرف آمین کہو گے۔ ولا الضالین کہنا امام کا کام ہے۔

جیسے رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اِذَا جَآءَ کُمُ الْمُؤْمِنٰتُ فَامْتَحِنُوْھُنَّ جب تمہارے پاس مومنہ عورتیں آئیں تو ان کا امتحان لو۔

دیکھو امتحان لینا صرف مومنوں کا کام ہے نہ کہ مومنہ عورتوں کا کیسی حدیث میں نہیں آیا کہ اِذَا قُلْتُمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوا آمین جب تم ولا الضالین کہو تو آمین کہہ لو۔ کہ مقتدی ولا الضالین کہے گا ہی نہیں یہ امام کا کام ہے جب ولا الضالین کہے گا تو پوری سورت فاتحہ ہی نہیں پڑھے گا۔

دوسرا فرشتوں کی آمین کی موافقت۔ ان کی موافقت سے مراد طریقہ ادا میں موافقت ہے۔ فرشتوں کی آمین کا وقت تو وہ ہی ہے جب امام سورۃ فاتحہ ختم کرتا ہے کیونکہ ہمارے محافظ فرشتے ہمارے ساتھ ہی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں اور اسی وقت آمین کہتے ہیں۔

جب امام ولا الضالین کہتا ہے۔

۶۔ مسند امام احمد۔ نسائی۔ عبدالرزاق۔ ابن حبان۔ دارمی میں ہے عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال الامام غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا امین فان الملائکة تقول امین فمن وافق تامینهٔ تامین الملائکة غفرله ما تقدم من ذنبه حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پس تم کہو آمین بیشک فرشتے بھی آمین کہتے ہیں پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگی اُس کے پہلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

۷۔ طبرانی میں ہے۔ عن سمرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال القاری غیر المغضوب ولا الضالین فقولوا آمین یُجبکُمُ الله ترجمہ طبرانی میں ہے حضرت سمرة رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب قاری غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم کہو آمین اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔

فائدہ غیر مقلدو۔ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ بیان کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہو وہ تمہارا زور ختم ہوا۔ افسوس۔ یہ حدیث تمہارا زور چلنے نہیں دیتی۔

فائدہ اجابت ادعا کی ہوتی ہے معلوم ہوا کہ آمین ادعا ہے۔

فائدہ یہ حدیث اغیر مقلدوں کے دعویٰ امین بالجہر میں بطور دلیل پیش نہیں کی جاسکتی۔ آمین آہستہ بھی کہی جاسکتی ہے۔ چنانچہ احناف آہستہ کہتے ہیں۔

۸۔ مسلم شریف میں ہے! عن ابی موسیٰ اشعری رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا صَلَّیتُمْ فَاَقِیمُوا صُفُوفَکُمْ ثُمَّ لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قال غیر المغضوب علیهم

ولا الضالین فقولوا آمین یجبکم الله ترجمہ سرکار دوعالم نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی ایک تمہاری امامت کرے پس جب وہ امام تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ دعا کو قبول فرمائے گا۔

فائدہ سرکار فرماتے ہیں۔ واذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقولوا آمین اور جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے پس تم امین کہو۔ سرکار نے فاتحہ خلف الامام اور قرآت خلف الامام کے مسئلہ کو ختم کردیا کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کا کام فاتحہ پڑھنا نہیں ہے۔ اب غیر مقلدین سینہ زوری سے پڑھتے جاؤ تو تمہاری مرضی۔ مگر یہ بات اچھی طرح یاد رکھ لو تمہاری اجابتِ دعا تب ہی ہوگی۔ جب امام فاتحہ پڑھے قرأت قرآن کرے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے اور پھر تم امین کہو اور اگر وہ بھی قرآن پڑھے قرأت کرے اور تم بھی قرآن پڑھو قرأت کرو اور وہ بھی غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھے اور تم بھی پڑھو اور پھر امین کہو تو اب دُعا کی اجابت نہ ہوگی۔ حدیث کے سیاق وسباق کو اچھی طرح سے دیکھ لو نیز اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آمین ! دعا ہے کیوں کہ سرکار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہاری دُعا کی اجابت اور قبولیت فرمائے گا یہ اجابت اور قبولیت تب ہی ہوگی جب کہ آمین دُعا ہے۔

۹۔ بیہقی میں ہے۔ عن اُمّ المؤمنین الصدیقة رضی الله تعالیٰ عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تدرین ما حسدونا یعنی الیهود فانهم حسدونا علی القبلة التی هدینا لها وضلوا عنها وعلی الجمعة التی هُدینا لها وضلّو عنها وعلی قولنا خلف الامام آمین ترجمہ

فائدہ اس حدیث سے بھی آمین کہنے کی فضیلت ثابت ہوئی چنانچہ احناف امین کہتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ احسن طریقہ آہستہ کہتے ہیں۔ سرکار نے چند مرتبہ کہہ دیا۔ اب احناف کی کتب فقہ اور مالکیوں کی کتب فقہ میں موجود و مذکور ہے یہ آمین کہتے ہیں۔ لہٰذا یہودیوں کا حسد اور غیر مقلدین کا حقد برقرار رہا۔

فائدہ یہودیوں کا حسد کرنا اس پر موقوف نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے ہوں بلکہ بعض اوقات تعلیم کے واسطے جہر فرماتے تھے۔ کیا یہ امر یہود پر ظاہر نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ سے اُن کا حسد کرنا مقصود ہے۔ یہود کو جتنے اقوال و افعال جو نماز میں صادر ہوتے تھے کیا اُن کا علم نہ تھا۔ لیکن بعض اوقات کا جہر اُن کو کافی نہ تھا اس وجہ سے اُن کو حسد تھا کہ یہ لوگ نماز میں آمین ضرور کہتے ہیں اور ہم آمین کی فضیلت سے محروم رہتے ہیں جہر پر حسد موقوف نہیں۔ اور بخاری شریف میں ہے کہ اصحابہ کرام نے آمین چھوڑ دی تھی پس صحابہ کرام اور تابعین کا چھوڑنا بھی اخفا پر دال ہے کیونکہ مطلقاً چھوڑ دینا خواہ سرًا ہو یا جہرًا۔ یہ معنی صحابہ کرام سے بعید ہے اس لیے کہ مطلق آمین میں سب کا اتفاق ہے اور احادیث میں اس کے فضائل موجود ہیں گو امین بالسر اور امین بالجہر میں اختلاف ہے۔ نفس امین کہنے میں کوئی اختلاف نہیں۔ جب صحابہ کرام نے اونچی کہنا امین کا چھوڑ دیا تھا تو کیا صحابہ کو یہ علم نہ تھا کہ یہودیوں کو حسد کرنا جاتا ہے گا! معلوم ہوا امین بالاخفاء سے بھی یہودیوں کا حسد برقرار ہے۔ امین بالجہر پر حسد موقوف نہیں۔ اب جب کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آمین کا آہستہ کہنا اور صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا آمین آہستہ کہے جو شخص بالسیجھے گا اُس میں اور یہود میں کچھ فرق نہ ہوگا۔

۱۰۔ الادب المفرد میں ہے۔ عن ام المؤمنین الصدیقہ رضی اللہ عنہا قالت

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیہود علی شیءٍ ما حسدتکم علی السلام والتامین ترجمہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہودی تم پر دو چیزوں میں حسد کریں گے ایک اسلام پر دوسرا اجماعی مسئلہ آمین بالاخفاء پر معلوم ہوا کہ اسلام پر حسد کرنا اور آمین بالاخفا (آہستہ) پر حسد کرنا یہ یہودیوں کا کام ہے۔ حسد دل کی بیماری ہے علمی اور عملی طور پر اس کا علاج ضروری ہے۔

۶۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے رب سے دُعا کی تو آپ نے آہستہ دُعا کی قرآن کریم میں ہے۔ اذ نادٰی ربّہٗ نداءً خفیا۔

"آمین کہنا" اپنے سیاق سے اطلاق پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے امین بالجہر ثابت نہیں ہوتا۔

۱۱۔ ابن ماجہ میں ہے۔ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما حسدتکم الیہود علیٰ شیءٍ ما حسدتکم علی آمین فاکثروا من قول آمین۔

ترجمہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہودی اکثر آمین پر حسد کریں گے تم آمین کہو (بالاخفاء) قولوا اور قل کے معنی ہم نے پہلے بھی ذکر کیے ہیں کہ قولوا یا قل کے معنی پکارنے کے نہیں ثابت ہوتے بلکہ تم کہو کہ ثابت ہوتے ہیں اور آمین کا کہنا آہستہ بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ وہابیوں کے بابا ابن قیم نے زاد المعاد میں تصریح کی ہے آمین آہستہ بھی کہی جا سکتی ہے تو پھر حسد والی ہی بات ہوئی کسی کے قول فعل کو نہیں ترجیح اگر ترجیح ہے تو کوے کھانے والے زاغ کو ہے کوا بھی اکثر جانوروں میں حسد کرتا ہے اور وہابی بھی اکثر انسانوں کے ساتھ حسد کرتا ہے۔ حسد تو زہرِ قاتل ہے اگر انہیں اللہ نے عقل سلیم دی ہے تو یقیناً یہ حسد چھوڑ دیں اور آمین بالاخفاء (آہستہ کہنا) جس پر تمام امت کا اجماع ہے تسلیم کر لیں اور کوا کھانا چھوڑ دیں کیوں کہ وہ بھی حاسد ہے۔

اخفاءِ آمین کے دلائل

۱۔ بیضاوی شریف! آمین اسماءِ افعال سے ہے بمعنی استجب وافعل لہٰذا دعا ہے۔ والاصل فی الدعاء الاخفاء (عینی) اور اصل دُعا میں آہستہ کرنا افضل ہے۔ امام اعظم کا استنباط واجتہاد کہ آمین دُعا ہے قرآن کریم میں ہے۔ اُدعوا ربکم تضرعًا وخفیۃ اپنے رب کو گڑگڑاتے ہوئے اور پوشیدگی میں پکارو۔ لہٰذا آمین کو آہستہ کہنا چاہیے۔

۲۔ آمین دُعا ہے قرآن کریم میں ہے۔ قال قد اُجیبت دعوتکما فاستقیما۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول کی گئی تو ثابت قدم رہو۔ غیر مقلدین! غور کیجیے دُعا تو موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم دونوں کی دُعا قبول کی گئی یعنی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کی حالانکہ ہارون علیہ السلام نے دُعا نہ مانگی تھی بلکہ موسیٰ علیہ السلام کی دُعا پر آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آمین کو دُعا فرمایا۔

۳۔ بخاری شریف[۱۰۸] میں ہے۔ وقال عطاءٌ امین دعاءٌ (معناہ استجب) امام عطا علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ آمین دعا ہے۔ جب دعا ہے تو دعا بالاخفاء افضل ہے۔

۴۔ مسلم شریف میں ہے۔ فقولوا آمین یُجبکُمُ اللہ پس تم آمین کہو اللہ تعالیٰ تمہاری اجابتِ دُعا فرمائے گا تمہاری دُعا کو قبول فرمائے گا۔ واضح ہے کہ آمین دُعا ہے جس کی قبولیت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔

۵۔ آمین دُعا ہے۔ اونچی دُعا تو اس لیے کی جائے جو ہم سے دور ہو اللہ تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید لہٰذا آمین آہستہ ہونی چاہیے نیز قرآن کریم میں ہے۔ واذا سألک

عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اے محبوب جب لوگ میرے متعلق پوچھیں تو میں بہت قریب ہوں مانگنے والے کی دُعا قبول کرتا ہوں۔ جب وہ مجھ سے دُعا کرتا ہے۔ جب اللہ ہمارے قریب تو دُعا آہستہ کرنی چاہیے۔ اور آمین دُعا ہے لہٰذا آمین آہستہ کہنی چاہیے۔

فائدہ | آمین کا دُعا ہونا مسلک احناف کا مؤید ہے کیوں کہ دُعا کو آہستہ کرنا قرآن و حدیث اور عقل شرعی و قیاس شرعی کے مطابق ہے۔

۲۔ مسند امام احمد حنبل میں ہے۔ عن وائل بن حجر انہ صلّی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین واخفٰی بھا صوتہٗ ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب سرکار غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور اس کو پوشیدہ کیا۔

فائدہ | یہ حدیث مرفوع اور صریح ہے اور غیر محتمل ہے اور غیر مؤول ہے اس سے واضح ہے کہ سرکار نے آمین کو آہستہ فرمایا لہٰذا آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے۔ یہ حدیث مسلک احناف کی مؤید ہے۔

فائدہ | اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہے کہ قرأت کرنا اور سورہ فاتحہ پڑھنا یہ امام کا کام ہے مقتدی کا کام نہیں۔ لہٰذا غیر مقلدین کا شور ڈالنا کہ مقتدی کے لیے فاتحہ خلف الامام فرض ہے۔ یہ خلافِ حدیث وخلاف سنت وخلافِ قرآن کریم ہے۔

فائدہ | سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو (اذا قال الامام امین فقولوا) البتہ اس سے آمین جہراً ثابت ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہے البتہ آمین کا آہستہ کہنا سنت ہے۔

۳۔ ابوداؤد طیالسی[ص ۱۳۹] میں ہے۔ عن وائل بن حجر انہ صلّی مع النبی صلی اللہ علیہ

وسلّم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم قال امین خفض بھا صوتہ۔

ترجمہ وائل ابن حجر سے روایت ہے کہ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب سرکار غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی آپ نے اس کو پست آواز میں کہا۔

فائدہ یہ حدیث مرفوع ہے اور صریح ہے۔ غیر محتمل ہے اور غیر مؤول ہے اس سے واضح ہے کہ سرکار نے آمین کو آہستہ فرمایا لہٰذا آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے یہ حدیث مسلک احناف کی مؤید ہے۔

فائدہ اس حدیث پاک سے غیر مقلدین کے عقیدہ کا رد ہوا کہ امام کے پیچھے مقتدی قرأت کرے یعنی سورہ فاتحہ نہ پڑھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ سورہ فاتحہ پڑھنا یہ امام کا کام ہے۔ مقتدی آمین کہے۔ سورہ فاتحہ پڑھنا مقتدی کا کام نہیں ہے۔

۴۔ طبرانی نے اپنی معجم میں اور حاکم شہید نے مستدرک میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ عن وائل بن حجر صلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلّم فلما بلغ غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قال آمین وخفض بھا صوتہ۔ حاکم شہید یہ بھی فرماتے ہیں ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ترجمہ وائل بن حجر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پر پہنچے تو آمین کو آہستہ فرمایا۔ حاکم شہید یہ بھی فرماتے ہیں کہ ھذا حدیث صحیح الاسناد؛ لم یخرجاہ یہ حدیث صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اور امام بخاری اور مسلم نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

فائدہ یہ حدیث مرفوع ہے صریح ہے غیر محتمل اور غیر مؤول ہے اس سے واضح ہے کہ سرکار نے آمین کو پست آواز میں فرمایا یعنی آہستہ کہا۔ لہٰذا آمین کو آہستہ کہنا سنت ہے یہ حدیث مسلک امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کی مؤید ہے۔

فائدہ غیر مقلدین کی تردید! اس حدیث پاک سے واضح۔ شور ڈالتے ہیں کہ احناف

امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتے۔ یہ احادیث کے خلاف کرتے ہیں مگر کور باطن سمجھتے ہی نہیں کہ احادیث تو اُن کی تردید میں ہیں۔

فائدہ امام حاکم شہید فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر امام بخاری علیہ الرحمۃ اور امام مسلم علیہ الرحمۃ نے صحیحین میں اس کو ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ حدیث اُن کے مسلک اور مذہب شافعیہ کی صراحۃً مطابقت نہیں کرتی تھی اس لیے اُن کو ذکر نہ کیا ورنہ حاکم شہید اس کو صحیح الاسناد کیوں کہتا۔

یا اس کی سند میں اُن کے نزدیک کوئی علت قادحہ ہوگی جس کی وجہ سے اس کو صحیحین میں ذکر نہ کیا۔

۵۔ امام محمد علیہ الرحمۃ کی کتاب الآثار میں ہے۔ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ حدثنا حماد بن ابی سلیمان عن ابراھیم النخعی قال اربع یخفیھن الامام التعوذ وبسم اللہ الرحمٰن وسبحانک اللھم وامین

ترجمہ آپ نے فرمایا کہ امام چار چیزیں آہستہ کہے اعوذ، بسم اللہ، سبحانک اللھم اور آمین یہ حدیث امام محمد نے آثار میں اور عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں بیان کی۔

۶۔ طحاوی شریف میں ہے عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنھما یجھران ببسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا بامین ترجمہ ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ یہ دونوں شخصیتیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین کو اونچی یعنی جہر سے نہ کرتے تھے۔

۷۔ طبرانی کبیر میں ابو وائل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی و عبد اللہ ابن مسعود) بسم اللہ اور اعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

۸۔ جوہر النقی میں بحوالہ ابن جریر طبری ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ اور آمین اونچی نہیں کہتے تھے۔

۹۔ تہذیب الآثار للطبرانی میں ہے ۔ حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال لم یکن عمر و علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما یجہران ببسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ولا بآمین ترجمہ یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین کو جہر نہیں کہتے تھے ۔ (ماخوذ از عینی شریف)

۱۰۔ ترمذی شریف میں ہے ۔ روی شعبہ عن سلمۃ بن کھیل عن حجر ابی عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلم قرأ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین فقال آمین وخفض بہا صوتہ ترجمہ علقمہ اپنے والد محترم سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب ولا الضالین پڑھا پس آپ نے آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کیا۔

ابوداؤد طیالسی میں بھی اسناد یونہی مذکور ہے ص ۱۳۸

امام ترمذی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ روایت سفیان مدّ بہا صوتہ روایت شعبہ سے اصح ہے ۔ اس حدیث مدّ بہا صوتہ کو باوجود اس کا علم ہونے کے ہرگز نہ چھوڑتے بالضرور اس کو اپنی صحیح میں درج فرماتے ہیں تو اس سے غیر مقلدین کو کیا فائدہ کیونکہ روایت سفیان سے تو یہ ثابت ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کو مدّ کے ساتھ پڑھا نہ کہ قصر کے ساتھ یعنی آمین بروزن قالین مثلاً پڑھا نہ کہ بروزن حٰم (حامیم) پڑھا۔ المد کشیدن (صرف میم) کھینچا ۔ آواز کو کھینچا نہ کہ بلند کیا ۔ غیر مقلدین اب مدّ بھی جہر بن گئی ۔ تو قرأت خفی (ظہر اور عصر کی نماز میں) جہاں بھی مدّ آتے اُسے اونچا پڑھا کرو ۔ یہ اجتہاد تمہاری شہرت عامہ کے لیے بڑا مفید ثابت ہوگا ۔ اگر مدّ بہا صوتہ سے جہر کا ثبوت ہوتا تو امام بخاری علیہ الرحمۃ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ شعبہ نے تین خطائیں کی ہیں۔

حدیث وائل بن حجر پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں شعبہ نے تین خطائیں کیں۔

۱۔ فقال عن حجر ابی عنبس وانما ھو حُجر بن العنبس ویکنیٰ ابا السکن

ترجمہ: اوّل یہ کہ اس نے حجر ابی الغلبس کہا ہے حالانکہ وہ حجر بن عنبس ہے جس کی کنیت ابو السکن ہے۔

۲۔ زاد فیہ عن علقمہ بن وائل ولیس فیہ عن علقمہ وانما ھو حُجر بن العنبس عن وائل بن حُجر۔

ترجمہ: دوسرا یہ کہ شعبہ نے اس حدیث میں علقمہ بن وائل کو زیادہ کیا ہے حالانکہ حجر بن عنبس عن وائل بن حجر صحیح ہے۔

۳ وقال وخفض بہا صوتہ وانما ھو مدّ بہا صَوتَہٗ

ترجمہ: تیسرا یہ کہ اس نے خفض بہا صوتہ کہا ہے حالانکہ مدّ بہا صوتہ ہیں۔

یہ شعبہ کی خطائیں نہیں ہیں بلکہ یہ بفضلہٖ تعالیٰ رب تعالیٰ کی اپنے محبوب کا صدقہ عطائیں ہیں ۔ سماعت فرمائیں ۔

۱۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے حدیث علقمہ میں حجر کی کنیت ابو العنبس ہونے کا انکار کیا ہے تو اس کے متعلق یہ ہے کہ ابن حبان نے کتاب الثقات میں لکھا ہے۔ حجر بن عنبس ابو السکن الکوفی وھو الذی یقال لہ حجر ابو العنبس یروی عن علیؓ و وائل بن حجر وروی عنہ سلمۃ بن کھیل یعنی حجر بن عنبس ابو السکن کوفی ہیں اور یہ وہ شخص ہے جس کو حجر ابو العنبس کہا جاتا ہے ۔ یہ حضرت علی اور حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں پس اگر شعبہ نے ابو العنبس اُن کو کہہ دیا تو اس میں کونسی خطا ہوئی اور کیوں کر خطا ہوئی ۔

نیز شیخ الاسلام علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ حجر کی کنیت ابو العنبس ہونے پر ابن حبان نے کتاب الثقات میں جزم کیا ہے اور کہا ہے کہ کنیت اُن کی اپنے باپ

کے نام کی مثل ہے اور امام بخاری علیہ الرحمۃ کا قول کہ حجر کی کنیت ابوالسکن ہے۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ ان کی کنیت ابوالعنبس بھی ہو کیوں کہ ایک شخص کی دو کنیتیں ہونے کو کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

غیر مقلدین غور کریں حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ کی کنیت ابوتراب بھی ہے سرکار نے فرمایا اے ابوتراب کھڑا ہو (قم یا اباتراب بخاری شریف) اور ابوالحسن ہے مستدرک میں ہے۔ فقال عمر لابتعالی اللہ بارض لست فیھا یا ابی الحسن پس عمر فاروق نے کہا اللہ تعالیٰ مجھے اس زمین میں باقی نہ رکھے جس میں اے ابوالحسن نہ ہو۔ لہٰذا حجر بن عنبس کی دو کنیتیں ہوں کسی نے ابوالسکن ذکر کر دیا کسی نے ابوعنبس ذکر کر دیا یعنی تو ایک ہی ذات ہے۔ لہٰذا یہ کوئی خطا نہیں کہ شعبہ نے ابوالعنبس کنیت کو ذکر فرمایا اور ابوالسکن کو ذکر نہ فرمایا یہ تو کمالِ علم ہے کہ جو کنیت زیادہ مشہور نہ تھی اس کو بھی مشہور کر دیا۔ کہ حجر بن عنبس کی ایک کنیت ابوالعنبس بھی ہے۔

۲۔ غیر مقلدین کا یہ کہنا کہ امام ترمذی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ شعبہ نے خطا کی ہے کہ روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے اور حدیث میں نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اصولِ حدیث میں مبرھن اور الم نشرح ہے کہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہے چنانچہ شیخ الاسلام علامہ عینی علیہ الرحمۃ نے بنایہ میں لکھا ہے۔ قولہ وزاد فیہ علقمۃ الایضًا لان الزیادۃ من الثقۃ مقبولۃٌ ولاسیما من مثل شُعبۃ یعنی یہ کہنا کہ روایت میں شعبہ نے علقمہ کو زیادہ کیا یہ کوئی مضر نہیں اس لیے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے خصوصًا شعبہ جیسی اہم شخصیت ہے۔ پس شعبہ جو امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اگر انہوں نے علقمہ کو روایت میں زیادہ کیا ہے یہ کوئی خطا نہیں ہے۔

یہ کہنا کہ یہ حدیث منقطع ہے یہ بھی خطا ہے۔ حالانکہ

۱۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ بن وائل

کے باب میں لکھا ہے کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے سماع کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں حکی العسکری عن ابن معین انہ قال علقمۃ بن وائل عن ابیہ یعنی حکایت کی عسکری نے ابن معین سے کہ علقمہ بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث کو کہا ہے کہ علقمہ کا اپنے باپ سے سماع ثابت ہے تقریب میں جو حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ نے عدم سماع علقمہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ عدم اطلاع پر محمول ہے یا کلام غیر کو نقل کیا ہے۔ نیز حافظ حدیث حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ بلوغ المرام کے باب صفۃ الصلوٰۃ میں حدیث وائل بن حجر کو ذکر فرما کر لکھتے ہیں کہ رواہ ابوداؤد باسنادٍ صحیح اس سند حدیث میں عن علقمہ بن وائل عن ابیہ مذکور ہے ملاحظہ ہو۔ علقمہ کی ثقاہت مسلمہ ہے۔ حدثنا عبدۃ بن عبد اللہ نا یحیی بن آدم نا موسیٰ بن قیس الحضرمی عن سلمۃ بن کھیل عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ قال صلّیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان یسلّم عن یمینہٖ السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہٗ وعن شمالہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رواہ ابوداؤد باسنادٍ صحیح (بلوغ المرام)

۳۔ حافظ عسقلانی کا اس حدیث پر اسناد صحیح کا حکم کرنا یہ بیّن دلیل ہے کہ یہ حدیث متصل ہے مرسل ہے منقطع نہیں اور سنن ابوداؤد کے جاننے والوں کو معلوم ہے کہ یہ حدیث ابوداؤد میں علقمہ بن وائل عن ابیہ کے طریق سے مروی ہے پس واضح ہو گیا کہ حافظ حدیث عسقلانی کے نزدیک علقمہ کا اپنے باپ سے سماع ثابت اور مختار ہے ورنہ بموجب تحریر تقریب کے یہاں بھی حکم دیتے اور علقمہ بن وائل کی حدیث کی صحت کے قائل نہ ہوتے ہاں علقمہ کے چھوٹے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔

۴۔ روایت علقمہ کی اپنے باپ سے باجماع محدثین محققین ثابت ہے جیسا کہ امام ترمذی اپنی جامع میں کتاب الحدود کے باب ماجاء فی المرءۃ میں اس حدیث کے

بعد جو بطریق علقمہ مروی ہے فرماتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر سمع عن ابیہ وھو اکبر من الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سنا ہے اور یہ علقمہ اپنے بھائی عبد الجبار بن وائل سے بڑے ہیں اور عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے سماع نہیں کیا ہے۔

۵۔ صحیح مسلم شریف کے باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن کے شروع میں حدیث حدثنا محمد بن مثنیٰ کی اسناد میں عن علقمة بن وائل الحضرمی عن ابیہ وارد ہے۔ ظاہر ہے کہ امام مسلم اصول میں کوئی حدیث منقطع نہیں لاتے۔ پس ان کے نزدیک بھی سماعِ علقمہ اپنے باپ سے ثابت ہے اور یہ حدیث متصل السند ہے اور اس میں لفظ حدثنا بھی الفاظ سماع سے آیا ہے۔

امام شعبہ کا مقام حدیث۔ امیر المومنین فی الحدیث

۳۔ غیر مقلدین کا کہنا کہ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ خفض بها صوته کو شعبہ نے روایت کیا حالانکہ مدّ بها صوته ہے۔

۱۔ تو اس کے متعلق یہ ہے۔ علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں قلتُ تخطیتهٗ مثل شعبه خطاءٌ کیف وهو امیر المؤمنین فی الحدیث یعنی میں کہتا ہوں کہ شعبہ کی طرف خطا کی نسبت کرنا خطا ہے اور یہ کیسے! حالانکہ شعبہ احادیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

۲۔ ایسی شخصیتوں کی طرف خطا کی نسبت کرنا روایات و احادیث کو درہم برہم کر دینا ہے۔ جب ایسے لوگ ہی خطا کرنے لگے تو پھر کس کی حدیث کا اعتبار رہا بلکہ ان کی روایت کی مؤید اور روایتیں مرفوع اور موقوف موجود ہیں۔ جب کہ فقط اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے تسلیم نہ کرنا یہ سراسر خود غرضی اور ناانصافی عامۃ الناس کو فریب دہی ہے۔

ترمذی شریف کی کتاب العلل میں ہے۔ حدثنا ابوبکر عبد القدوس بن محمد حدثنی ابو الولید قال سمعتُ حماد بن زید یقول ما خالفنی شعبة فی شیءٍ الا ترکتهٗ قال قال ابو الولید قال قال لی حماد بن سلمه ان اردت الحدیث فعلیك لشعبة یعنی ابو الولید نے بیان کیا کہ میں نے حماد بن زید سے سنا کہتے تھے کہ شعبہ نے میری کسی شئی میں بھی مخالفت نہیں کی مگر میں نے اُس کو چھوڑ دیا اور کہا انہوں نے کہ ابو الولید نے کہا کہ مجھ سے حماد بن سلمہ نے کہا کہ اگر حدیث کا ارادہ کرے تو تُو شعبہ کو لازم پکڑ۔

یہ بھی ترمذی میں ہے۔ حدثنا محمد بن اسمٰعیل نا عبد اللہ بن ابی الاسود نا ابن مهدیؒ قال سمعتُ سفیان یقول شعبه امیر المؤمنین فی الحدیث یعنی امام بخاری کی روایت سے ہم کو معلوم ہوا کہ ابن مہدی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے سنا کہتے تھے کہ شعبہ! علم حدیث اور روایت حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

یہ بھی ترمذی میں ہے کہ ہم سے ابوبکر نے بیان کیا کہ علی بن عبد اللہ نے اُن سے کہا! میں نے یحییٰ بن سعید سے دریافت کیا کہ بڑی بڑی حدیثوں کو زیادہ یاد رکھنے والے سفیان ہیں یا شعبہ۔ کہا شعبہ زیادہ قوی ہیں ان حدیثوں میں۔ اور کہا یحییٰ نے شعبہ کو رجال کا علم فلاں عن فلاں زیادہ ہے اور سفیان صاحب الابواب تھے۔ پس معلوم ہوا جب شعبہ سفیان سے علم رجال میں زیادہ تھے اور بڑی حدیثوں کو اُن سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں لہٰذا سفیان کی حدیث (مدّ بها صوته) جس کو جہر پر محمول کر رہے ہیں! شعبہ کی حدیث پر جو اخفا میں وارد ہے۔ ترجیح نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حدیث سفیان مدّ بها صوته محتمل ہے۔ مد کو جہر کے معنیٰ میں لینا یہ لغات عرب کو بدل دینے کے مترادف ہے اور غراب کا معنیٰ طاؤس لینے کے مترادف ہے۔

نیز مدّ بها صوته کو رفع بها صوته کے معنیٰ میں لینا یہ بھی زیادتی ہے اور ان کے

مابین مطابقت نہیں۔

پھر یہ بات قابل غور ہے کہ کیا تمام روایتوں میں شعبہ ہی آرہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر شعبہ کی یہ روایت جس کو فرقہ غیر مقلدین ضعیف کہہ رہے ہیں دوسری روایات سے مل کر حسن ہو گئی اور حسن قابلِ قبول ہے۔

غیر مقلدو! اصولِ حدیث سے کیوں منہ پھیرتے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ تقلید کا دامن تھام لو۔ آمین بالجہر کی پچاس حدیثوں کا اعلان کرنے والو تمہارے پاس تو ایسی ایک حدیث بھی نہیں جو صحیح مرفوع، غیر محتمل غیر مؤول ہو۔ کہاں ہو۔ تقلید کا دامن تھام لو۔

۹۔ سنن دارقطنی میں ہے۔ عن سلمة بن کھیل عن حُجر ابی العنبس عن علقمه بن وائل عن ابیه انه صلی مع النبی صلی الله علیه وسلم فلما بلغ غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال اٰمین واخفیٰ بها صوتهٗ

ترجمہ:۔ علقمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی پس جب غیر المغضوب علیهم ولا الضالین پر پہنچے آمین کہی اور اخفا کیا سرکار نے اپنی آواز کو۔ (ماخوذ مرقات شرح مشکوٰۃ)

۱۔ کیا اس میں شعبہ تو نہیں ہیں؟ یقیناً نہیں ہیں۔

۲۔ یہ حدیث مرفوع ہے۔ موقوف نہیں ہے۔

۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ضعیف نہیں ہے۔

۴۔ یہ حدیث غیر محتمل ہے۔ محتمل نہیں ہے۔

۵۔ یہ حدیث غیر مؤوّل ہے۔ مؤوّل نہیں ہے۔

۶۔ یہ حدیث راجح ہے۔ مرجوح نہیں ہے۔

۷۔ یہ حدیث متصل ہے منقطع نہیں ہے۔

اگر غیر مقلدین اس حدیث کو ضعیف کہہ دیں تو کثرت طرق سے ضعیف حدیث

درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا پھر بھی یہ قابلِ قبول ہے۔

۱۰۔ نسائی شریف میں ہے۔ عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملائکة یقولون اٰمین وان الامام یقول اٰمین یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس واسطے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ اور امام بھی آمین کہتا ہے۔

اگر امام جہراً آمین کہتا ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں خبر دیتے اور کیوں تعلیم فرماتے کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام آمین آہستہ کہتا ہے لہٰذا آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

نیز اس سے عدم فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ فاتحہ پڑھنا امام کا کام ہے۔ اور مقتدی حضرات امام کے پیچھے فاتحہ اور قراءت نہ کریں۔ ہاں جب امام سورۃ فاتحہ پڑھ لے تم آمین کہو۔

نیز قول سے اونچی کہنا ثابت نہیں بلکہ کہنا ثابت ہے اور کہنا آہستہ بھی ہے

نیز یہ حدیث صحیح ہے ضعیف نہیں ہے

ابوداؤد شریف ص ۱۱۳ جز اول مطبوعہ کراچی

حدثنا مُسَدّد نا یزیدُ نا سعید نا قتادة عن الحسن ان سمرة بن جندب و عمران بن حصین تذاکروا فحدث سمرة بن جندب انهٗ حَفِظ عن رسول الله صلی الله علیه وسلم سکتتین سکتة اذا کبر وسکتة اذا فرغ من قراءة غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فحفظ ذلك سمرة وانکر عمران بن حصین فکتبا فی ذالك الی ابی بن کعب فکان فی کتابه الیهما او فی رده علیهما ان سمرة قد حفظ ترجمہ۔ روایت ہے حسن کہ تحقیق سمرۃ بن جندب اور عمران بن حصین نے آپس میں مذاکرہ کیا پس سمرہ بن جندب نے

بعد جو بطریق علقمہ مروی ہے فرماتے ہیں علقمہ بن وائل بن حجر سمع عن ابیہ وھو اکبر من الجبار بن وائل لم یسمع من ابیہ یعنی علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے باپ سے سنا ہے اور یہ علقمہ اپنے بھائی عبدالجبار بن وائل سے بڑے ہیں اور عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے سماع نہیں کیا ہے۔

۵۔ صحیح مسلم شریف کے باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظھور الفتن کے شروع میں حدیث حدثنا محمد بن مثنیٰ کی اسناد میں عن علقمۃ بن وائل الحضرمی عن ابیہ وارد ہے۔ ظاہر ہے کہ امام مسلم اصول میں کوئی حدیث منقطع نہیں لاتے۔ پس ان کے نزدیک بھی سماعِ علقمہ اپنے باپ سے ثابت ہے اور یہ حدیث متصل السند ہے اور اس میں لفظ حدثنا بھی الفاظ سماع سے آیا ہے۔

امام شعبہ کا مقام حدیث۔ امیر المومنین فی الحدیث

۳۔ غیر مقلدین کا کہنا کہ امام ترمذی نے لکھا ہے کہ خفض بھا صوتہ کو شعبہ نے روایت کیا حالانکہ مدّ بھا صوتہ ہے۔

۱۔ تو اس کے متعلق یہ ہے۔ علامہ عینی بنایہ میں فرماتے ہیں قلتُ تخطیتہٗ مثل شعبہ خطاءٌ کیف وھو امیر المؤمنین فی الحدیث یعنی میں کہتا ہوں کہ شعبہ کی طرف خطا کی نسبت کرنا خطا ہے اور یہ کیسے! حالانکہ شعبہ احادیث میں امیر المؤمنین ہیں۔

۲۔ ایسی شخصیتوں کی طرف خطا کی نسبت کرنا روایات و احادیث کو درہم برہم کر دینا ہے۔ جب ایسے لوگ ہی خطا کرنے لگے تو پھر کس کی حدیث کا اعتبار رہا بلکہ ان کی روایت کی مؤید اور روایتیں مرفوع اور موقوف موجود ہیں۔ جب کہ فقط اپنے مذہب کی مخالفت کی وجہ سے تسلیم نہ کرنا یہ سراسر خود غرضی اور ناانصافی عامۃ الناس کو فریب دہی ہے۔

ترمذی شریف کی کتاب العلل میں ہے۔ حدثنا ابوبکر عبدالقدوس بن محمد حدثنی ابوالولید قال سمعتُ حماد بن زید یقول ما خالفنی شعبۃ فی شیٍ الا ترکتہٗ قال قال ابوالولید قال قال لی حماد بن سلمۃ ان اردت الحدیث فعلیك بشعبۃ یعنی ابوالولید نے بیان کیا کہ میں نے حماد بن زید سے سنا کہتے تھے کہ شعبہ نے میری کسی شئی میں بھی مخالفت نہیں کی مگر میں نے اُس کو چھوڑ دیا اور کہا انھوں نے کہ ابوالولید نے کہا کہ مجھ سے حماد بن سلمہ نے کہا کہ اگر حدیث کا ارادہ کرے تو تُو شعبہ کو لازم پکڑ۔

یہ بھی ترمذی میں ہے۔ حدثنا محمد بن اسمٰعیل نا عبداللہ بن ابی الاسود نا ابن مھدیؒ قال سمعتُ سفیان یقول شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث یعنی امام بخاری کی روایت سے ہم کو معلوم ہوا کہ ابن مہدی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری سے سُنا کہتے تھے کہ شعبہ! علم حدیث اور روایت حدیث میں سب مسلمانوں کے سردار ہیں۔

یہ بھی ترمذی میں ہے کہ ہم سے ابوبکر نے بیان کیا کہ علی بن عبداللہ نے اُن سے کہا! میں نے یحییٰ ابن سعید سے دریافت کیا کہ بڑی بڑی حدیثوں کو زیادہ یاد رکھنے والے سفیان ہیں یا شعبہ۔ کہا شعبہ زیادہ قوی ہیں ان حدیثوں میں۔ اور کہا یحییٰ نے شعبہ کو رجال کا علم فلاں عن فلاں زیادہ ہے اور سفیان صاحب الابواب تھے۔ پس معلوم ہوا جب شعبہ سفیان سے علم رجال میں زیادہ تھے اور بڑی حدیثوں کو اُن سے زیادہ یاد رکھنے والے ہیں لہٰذا سفیان کی حدیث (مدّ بھا صوتہ) جس کو جہر پر محمول کر رہے ہیں! شعبہ کی حدیث پر جو اخفا میں وارد ہے۔ ترجیح نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ حدیث سفیان مدّ بھا صوتہ محتمل ہے۔ مد کو جہر کے معنیٰ میں لینا یہ لغات عرب کو بدل دینے کے مترادف ہے اور غراب کا معنیٰ طاؤس لینے کے مترادف ہے۔

نیز مدّ بھا صوتہ کو رفع بھا صوتہ کے معنیٰ میں لینا یہ بھی زیادتی ہے اور ان کے

مابین مطابقت نہیں۔

پھر یہ بات قابل غور ہے کہ کیا تمام روایتوں میں شعبہ ہی آرہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر شعبہ کی یہ روایت جس کو فرقہ غیر مقلدین ضعیف کہہ رہے ہیں دوسری روایات سے مل کر حسن ہو گئی اور حسن قابل قبول ہے۔

غیر مقلدو! اصول حدیث سے کیوں منہ پھیرتے ہو۔ ہوش میں آؤ۔ تقلید کا دامن تھام لو۔ آمین بالجہر کی پچاس حدیثوں کا اعلان کرنے والو تمہارے پاس تو ایسی ایک حدیث بھی نہیں جو صحیح مرفوع، غیر محتمل غیر مؤول ہو۔ کہاں ہو۔ تقلید کا دامن تھام لو۔

۹۔ سنن دارقطنی میں ہے۔ عن سلمة بن كهيل عن حُجر ابی العنبس عن علقمه بن وائل عن ابيه انه صلی مع النبی صلی الله عليه وسلم فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضالين قال امين واخفى بها صوتهٗ

ترجمہ:۔ علقمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھی پس جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پر پہنچے آمین کہی اور اخفا کیا سرکار نے اپنی آواز کو۔ (ماخوذ مرقات شرح مشکوٰۃ)

۱۔ کیا اس میں شعبہ تو نہیں ہیں؟ یقیناً نہیں ہیں۔

۲۔ یہ حدیث مرفوع ہے۔ موقوف نہیں ہے۔

۳۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ ضعیف نہیں ہے۔

۴۔ یہ حدیث غیر محتمل ہے۔ محتمل نہیں ہے۔

۵۔ یہ حدیث غیر مؤول ہے۔ مؤول نہیں ہے۔

۶۔ یہ حدیث راجح ہے۔ مرجوح نہیں ہے۔

۷۔ یہ حدیث متصل ہے منقطع نہیں ہے۔

اگر غیر مقلدین اس حدیث کو ضعیف کہہ دیں تو کثرت طرق سے ضعیف حدیث

درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ لہٰذا پھر بھی یہ قابل قبول ہے۔

۱۰۔ نسائی شریف میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم اذا قال الامام ولا الضالين فقولوا امين فان الملائكة يقولون امين وان الامام يقول آمين یعنی جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو اس واسطے کہ ملائکہ آمین کہتے ہیں۔ اور امام بھی آمین کہتا ہے۔

اگر امام جہراً آمین کہتا ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں خبر دیتے اور کیوں تعلیم فرماتے کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام آمین آہستہ کہتا ہے لہٰذا آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔

نیز اس سے عدم فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ فاتحہ پڑھنا امام کا کام ہے۔ اور مقتدی حضرات امام کے پیچھے فاتحہ اور قرأت نہ کریں۔ ہاں جب امام سورۂ فاتحہ پڑھ لے تم آمین کہو۔

نیز قول سے اونچی کہنا ثابت نہیں بلکہ کہنا ثابت ہے اور کہنا آہستہ بھی ہے

نیز یہ حدیث صحیح ہے ضعیف نہیں ہے

ابوداؤد شریف ص ۱۱۳ جز اول مطبوعہ کراچی

حدثنا مُسَدّد نا يزيدُ نا سعيد نا قتادة عن الحسن ان سمرة بن جندب و عمران بن حصين تذاكرا فحدث سمرة بن جندب انهٗ حَفِظ عن رسول الله صلی الله عليه وسلم سكتتين سكة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قرأة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فحفظ ذلك سمرة وانكر عمران بن حصين فكتبا فی ذالك الی ابی بن كعب فكان فی كتابه اليهما اوفی رده عليهما ان سمرة قد حفظ ترجمہ۔ روایت ہے حسن کہ تحقیق سمرہ بن جندب اور عمران بن حصین نے آپس میں مذاکرہ کیا پس سمرہ بن جندب نے

حدیث بیان کی کہ مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سکتے ہیں ایک سکتہ تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا وقفہ ولا الضالین کے بعد اور عمران بن حسین نے انکار کیا پس دونوں نے ابی ابن کعب کی طرف یعنی مدینہ شریف میں ان کو خط لکھا کہ تصفیہ فرمائیں تو انہوں نے جواب دیا کہ سمرہ بن جندب کا حفظ صحیح ہے۔

نسائی شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ ظاہر ہے کہ پہلا سکتہ ثنا کے لیے تھا اور دوسرا جو ولا الضالین کے بعد ہوتا ہے وہ آمین کہنے کے لیے تھا معلوم ہوا کہ آمین پوشیدہ تھی۔ اس حدیث کی سند آثار السنن میں صالح لکھی ہے۔

ترمذی میں روایت ہے کہ عمران بن حصین نے کہا کہ مجھ کو ایک سکتہ یاد ہے۔ چنانچہ ابی بن کعب نے ان کا فیصلہ فرمایا کہ سمرہ بن جندب کا حفظ صحیح ہے۔

ترمذی نے بھی یہ روایت کی ہے کہ کہا سعید نے جو ایک راوی ہے حدیث سکتہ کا۔ ہم نے قتادہ سے جو اس حدیث سکتہ کا ایک راوی ہے پوچھا کہ کیا یہ دونوں سکتے ہیں۔ قتادہ نے فرمایا پہلا سکتہ جس وقت کہ نماز میں داخل ہو تکبیر تحریمہ کے بعد اور دوسرا سکتہ جس وقت تو قرأت سے فراغت پائے یعنی جب تو ولا الضالین کہہ لے۔

امام طیبی علیہ الرحمۃ باوجود یہ کہ شافعی المذہب ہیں نے کہا پہلا سکتہ سبحانک اللھم کے واسطے یا حمد و ثنا و دعا ہے اور دوسرا سکتہ آمین کے واسطے ہے۔

غیر مقلدو! دوسرا سکتہ آمین کے آہستہ کہنے کی بیّن دلیل ہے۔ غیر مقلدو یہ حدیث سکتتین صحاح کی روایت ہے جس سے ثابت ہوا کہ دوسرا سکتہ آمین کے آہستہ کہنے کی بیّن دلیل ہے لہٰذا آمین آہستہ کہنی سنتِ نبوی ہے۔

محاکمہ

آمین بالاخفاء	آمین بالجہر
آیات قرآنیہ	حدیث
۱۔ آمین بالاخفاء کی احادیث آ(یاتِ قرآنیہ) کی مؤیدات ہیں۔	۱۔ آمین بالرفع کی احادیث آیاتِ قرآنیہ سے مؤید نہیں ہیں اور احادیث جو غیر مقلدین اپنے دعویٰ میں پیش کرتے ہیں اُن کو دعویٰ سے دُور کا بھی واسطہ نہیں بون بعید و فرق عظیم۔
۲۔ احادیث آمین بالاخفاء درجہ حسن میں ہے۔	۲۔ آمین بالرفع کی حدیث ضعیف ہے۔
۳۔ احادیث آمین بالاخفاء غیر محتمل اور غیر مؤول ہیں۔ لہٰذا قوی ہے۔	۳۔ "آمین بالرفع کی حدیث محتمل اور مؤول ہے لہٰذا یہ قابلِ عمل نہیں۔
۴۔ احادیثِ آمین بالاخفاء میں اور حدیث آمین بالرفع میں تعارض ہے عند التعارض اس حدیث کو ترجیح ہوگی جس کی قیاس شرعی تائید کرے۔ احادیث آمین بالاخفاء کی قیاس شرعی تائید کرتا ہے لہٰذا ان کو ترجیح ہوئی حدیث آمین بالرفع پر۔	۴۔ حدیث آمین بالرفع کی قیاس شرعی اور عقل شرعی تائید نہیں کرتا ہے لہٰذا اس کو ترجیح نہ ہوئی۔ یہ عند التعارض کی بات کر رہا ہوں ورنہ اگر صحیح حدیث ہو اور وہاں التعارض نہ ہو تو وہ اگرچہ عقل شرعی اور قیاس شرعی کے خلاف ہی کیوں نہ ہو قابلِ قبول و قابل عمل ہو گی مسح خفین۔

امین بالاخفاء	امین بالجہر
آیاتِ قرآنیہ	حدیث حدیثِ ضحک فی الصلوٰۃ عقل قربان کن بپیش مصطفیٰ!
۵۔ ولاشک انّ امین دعاء فعند التعارض ترجح الاخفاء بذٰلک وبالقیاس علی سائر الاذکار والادعیہ	
۶ انّ امین لیس من القران اجماعاً فلاینبغی ان یکون فیہ صوتُ القران کما انّہٗ لایجوز کتابتہٗ فی المصحف ولہٰذا اجمعوا علی اخفاء التعوذ لکونہ لیس من القرآن ۔ (حاشیہ ترمذی)	

اصول حدیث

کثرتِ طرق سے ضعیف حدیث قوی ہوجاتی ہے۔ اور درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے۔ علاوہ اس کے ایک دوسری حدیث میں جس کو امام احمد نسائی دارمی نے روایت کیا ہے۔ آیا ہے فان الامام یقول امین کہ امام بھی آمین کہتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ آمین بالجہر نہ تھی اگر جہر ہوتی تو امام کے فعل کے اظہار کی ضرورت نہ پڑتی اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ مقتدی فاتحہ نہ پڑھے کیوں کہ مقتدی پر فاتحہ لازم ہوتا تو آپ فرماتے جب تم غیرالمغضوب علیہم ولاالضالین پڑھو تو آمین کہو بلکہ یوں فرمایا کہ جب امام ولاالضالین کہے تو

تم آمین کہو معلوم ہوا کہ فاتحہ کا پڑھنا امام پر ہی لازم تھا دوسری حدیث میں اور بھی تصریح فرمادی کہ اذا امن القاری فامنوا جب قرآن پڑھنے والا آمین کا ارادہ کرے تو تم بھی آمین کہو پس اگر مقتدی بھی قاری ہوتا تو آپ صرف امام کو قاری نہ فرماتے۔

علامہ بدرالدین عینی علیہ الرحمۃ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں بھی فرماتے ہیں۔

امام مالک علیہ الرحمتہ آپ کا مذہب بھی امین بالاخفاء کا ہے۔ قال الکرمانی واختلفوا فی جہرہا فمذہب الشافعی واحمد الجہر ومذہب الکوفیین ومالک السرّ۔ (حاشیہ بخاری صـ۱۰۸ ج اول)

غیر مقلدو! امام مالک کو بھی کہو جو امام اعظم کو کہتے ہیں۔ امام مالک بھی امام اعظم کے ساتھ ہیں۔ اب کیا کروگے!

امام نسائی علیہ امام احمد نسائی دارمی نے روایت کیا ہے کہ فان الامام یقول آمین کہ امام بھی آمین کہتا ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ آمین بالجہر نہ تھی۔ اگر جہر ہوتی تو امام کے فعل کے اظہار کی ضرورت نہ پڑتی۔ اگر وہ جہر ہوتی تو آپ یوں نہ فرماتے جب امام ولاالضالین کہے تم آمین کہو بلکہ یوں فرماتے کہ جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو اور اذا امن میں جمہور محدثین نے اذا امن کے معنی اذا اراد التامین کیے ہیں یعنی جب امام آمین کہنے کا ارادہ کرے تو تم آمین کہو اور وہ ارادہ ولاالضالین ختم کرتا ہے جمہور نے یہ معنی بین المحدثین کے لیے ہیں تو جب اس حدیث کے معنی اذا اراد التامین ہوتے تو اس سے جہر آمین ثابت ہوتا۔

۱۔ جب حدیث بخاری سے ثابت اور واضح ہے کہ صحابہ کرام نے آمین اونچی کہنا چھوڑ دیا تو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا اس میں کیا قصور ہے جو انہوں نے اخفاء کا ارشاد فرمایا کہ آمین آہستہ کہو۔

۲۔ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اخفاء کو جہر پر ترجیح دیتے رہے ہیں امین بالجہر کو چھوڑ دینا اور اخفاء کو پسند فرمانا بین دلیل اور واضح برہان ہے کہ صحابہ کرام نے امین بالاخفاء کو ترجیح دی ہے کیا صحابہ کرام کا یہ اجماع

قبول نہیں۔

۳۔ سرکار کی صریح احادیث اور صحیح احادیث غیر محتمل احادیث اور غیر مؤول حدیث اور راجح احادیث اور آثار صحابہ کو چھوڑ رہے ہو کیا اہلِ حدیث کہلانے کے حقدار ہو کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم اہلِ حدیث ہیں۔ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آمین کے جہر کے ترک کا انکار فرمانا ہو سکتا ہے کہ ان کو اخفا کی حدیث نہ پہنچی ہو۔

ہو سکتا ہے کہ یہ سرکار کے قریب صف ہی نماز میں کھڑے ہوتے ہوں اور یہ سرکار کی اخفا کو سن لیتے ہوں۔ اس کو یہ جہر پر محمول کرتے ہوں۔

ابن قیم جوزی نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے اور بسند صحیح نقل کیا ہے۔

فاذا جھر الامام احیانا لیُعلم المامومین فلا باس بذلک فقد جھرَ عُمرُ بالافتتاح لیُعَلِّم المامومین وجھر ابن عباس بقرأۃ الفاتحۃ فی صلوٰۃ الجنازہ لیُعلّمھم انھا سُنّۃ ومن ھٰذا ایضاً جھرُ الامام بالتامین وھذا من الاختلاف المباح الذی لایُعنّفُ فیہ من فعلہ ولا من ترکہ وھذا کرفع الیدین فی الصلوٰۃ وترکہ پس اگر امام مقتدیوں کو بتانے کے واسطے دعائے قنوت کو نزول نازلہ کے وقت کبھی پکار کر کہہ دے تو کچھ حرج نہیں۔ پس بے شک عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے افتتاح کو اونچی پکار کر پڑھا تاکہ مقتدیوں کو پتہ چل جائے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو (دعا اور ثناء) پڑھا تاکہ مقتدیوں کو علم ہو جائے کہ نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ کو دعاً پڑھنا سنت مسلوکہ ہے اور ایسے ہی امام کا آمین کو بالجہر کر دینا۔ اور یہ اختلاف وہ ہے جس کے کرنے اور نہ کرنے میں کسی کو بُرا نہیں کہا جا سکتا ہے اور ایسے رفع یدین فی الصلوٰۃ ہے یعنی نماز میں رفع یدین کرنا یا نہ کرنا اس پر کسی کو بُرا نہیں کہا جا سکتا۔

وہابیہ کے اعتراضات اور اُن پر جرح و قدح

حدیث عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنَ وائل عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَرَءَ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّالِّیْنَ فَقَالَ اٰمِیْن وَخَفِضَ بِھَا صَوْتَہٗ

اعتراض حضرت علقمہ جو مندرجہ بالا حدیث کے راوی ہیں تو اس نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سُنی اس لیے حدیث مجروح ہوئی۔ (صاحب تقریب)

جواب امام ترمذی کے باب الحدود فی المراۃ میں سماع علقمہ کا باپ سے ثابت کیا ہے۔ وَھُوھذا۔ عَنْ عَلْقَمَۃَ بْنْ وائل بْنْ حُجْرٍ سَمِعَ مِنْ اَبِیْہِ وَھُوَ اَکْبَرُ مِنْ عَبْدِ الْجَبَّارِ الخ یعنی علقمہ بن حجر نے اپنے باپ سے حدیث سُنی ہے اور وہ بڑا ہے اپنے بھائی عبد الجبار بن وائل سے۔ اور عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ سے حدیث نہیں سنی اور اسی طرح صحیح مسلم باب ملازمت جماعۃ المسلمین میں مذکور ہے اور صاحب تہذیب التہذیب نے علقمہ کے باپ سے حدیث سننا ثابت کیا ہے۔ اور جو صاحب تقریب نے لکھا ہے کہ علقمہ کا سننا باپ سے ثابت نہیں۔ سو یہ کہنا ان کا مجہول ہوگا۔ ان کے عدم اطلاع پر یا کلام غیر نقل کرنے پر۔ اس واسطے کہ اثبات مقدم ہے نفی پر۔ ورنہ کیوں حافظ صاحب خود اپنی کتاب تہذیب التہذیب میں علقمہ کا باپ سے حدیث سُننا ثابت کرتے ہیں۔ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے اور یہی صحیح ہے۔ علقمہ کے بھائی عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا وہ اپنے باپ کی موت کے بعد پیدا ہوا ہے۔

ترمذی شریف سمعت محمداً یقول عبد الجبار بن وائل بن حجر

لم یسمع من ابیہ ولا ادرکہ یقال انہٗ ولد بعد موت ابیہ
باشھر کہ میں نے امام بخاری سے سنا وہ فرماتے تھے کہ عبد الجبار بن وائل نے اپنے باپ
سے نہیں سُنا اور نہ ہی اس کو پایا کہا جاتا ہے کہ وہ باپ کی موت کے بعد پیدا ہوا پھر چند
سطر آگے صاف تصریح کرتے ہیں کہ

علقمہ بن وائل بن حجر سمع عن ابیہ وھو اکبر من عبد الجبار
بن وائل و عبد الجبار بن وائل لم یسمع عن ابیہ یعنی علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے، وہ
عبد الجبار سے بڑا ہے اور عبد الجبار نے اپنے سے نہیں سُنا کیوں کہ وہ چھوٹے ہیں۔

نسائی شریف ۱۰۵ باب رفع الیدین عند الرفع من الرکوع میں ایک حدیث ہے
جس میں علقمہ کہتے ہیں حدثنی ابی۔ اسی طرح بخاری کے جزء رفع یدین نمبر ۹ میں علقمہ
حدثنی ابی کہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ علقمہ کو اپنے باپ سے سماع حاصل ہے۔ کیونکہ تحدیث
اکثر اہل حدیث کے نزدیک سماع پر دال ہے۔

اسی طرح صحیح مسلم صـ۱۷۳ ج ۱ اور صـ۶۱ ج ۲ میں علقمہ اپنے باپ سے تحدیث کرتا ہے
اگر حدیث علقمہ کو اپنے باپ سے مرسل ہوتی تو مسلم اس کو صحیح میں روایت نہ کرتا۔

شیخ عبد الحی لکھنوی القول الجازم صـ۱۷ میں بحوالہ انساب سمعانی لکھتے ہیں۔

ابو محمد عبد الجبار بن وائل حجر الکندی یروی عن
امّہ عن ابیہ وھو اخو علقمۃ و من زعم انہ سمع اباہ فقد وھم
لان وائل بن حجر مات وامہ حامل بہ و وضعتہ بعدہ بستۃ
اشھر انتھی عبد الجبار بن وائل اپنی ماں سے روایت کرتا ہے وہ اس کے باپ
سے اور وہ علقمہ کا بھائی ہے جس نے یہ گمان کیا کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے سنا ہے۔ اس
نے وہم کیا کیوں کہ وائل بن حجر فوت ہوا تو عبد الجبار ماں کے پیٹ میں تھا۔ چھ مہینے والد کی وفات
کے بعد پیدا ہوا۔

اور بحوالہ اسد الغابہ لکھا ہے۔ قیل ان عبد الجبار لم یسمع من ابیہ
کہ عبد الجبار نے اپنے سے نہیں سُنا۔ کہا ابن عبد البر نے استیعاب میں وائل کے ترجمہ میں
روی عنہ کلیب بن شھاب وابناہ عبد الجبار علقمہ ولم یسمع
عبد الجبار من ابیہ فیما یقولون بینھما علقمہ بن وائل (انتھی)
یعنی وائل سے کلیب بن شہاب نے اور وائل کے دونوں فرزندوں نے روایت کیا
ہے عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سُنا۔ ان دونوں کے علقمہ بن وائل (واسطہ) ہے معلوم
ہوا کہ جس نے اپنے باپ سے نہیں سُنا وہ عبد الجبار ہے علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے۔

ابن حجر نے بے شک تقریب میں لکھا ہے کہ علقمہ نے اپنے سے نہیں سُنا لیکن ہم ابن حجر
سے دکھاتے ہیں کہ انہوں نے تلخیص الحبیر کے صـ۹۷ میں صـ۹۸ میں لکھا ہے۔

ان عبد الجبار لم یسمع من ابیہ کہ عبد الجبار نے اپنے باپ سے نہیں سنا
بلوغ المرام کے صفۃ الصلوٰۃ کے باب میں حدیث وائل ہے جس میں حضور علیہ السلام کے
دائیں بائیں سلام پھیرنے کا ذکر ہے۔

اخیر میں لکھتے ہیں رواہ ابوداؤد باسناد صحیح۔ اس سند میں علقمہ اپنے باپ سے روایت
کرتا ہے۔ اگر ابن حجر کے نزدیک علقمہ نے اپنے باپ سے نہ سُنا ہوتا تو اس حدیث کو ابن حجر صحیح
نہ کہتا۔ معلوم ہوا کہ ابن حجر کے نزدیک صحیح اور مختار یہی ہے کہ علقمہ نے اپنے باپ سے سُنا ہے۔
اب ہم نہیں سمجھتے کہ غیر مقلدین (وہابی) کے پاس اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی کون سی وجہ وجیہہ
ہے۔ اگر وہ عمل نہیں کر سکتے تو نہ کریں مگر حضرات احناف رحمہم اللہ کو اس پر عمل نہ کرنے کی ترغیب
نہ دیں۔

اعتراض ۲ یہ جو آپ نے حدیث پیش کی ہے کہ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ سَلْمَۃَ بْنِ
کُھَیْلٍ عَنْ عَلْقَمَۃَ .... وَلَا الضَّآلِّیْنَ قَالَ اٰمِیْنَ
وَخَفَضَ بِھَا صَوْتَہٗ"۔

ترجمہ روایت ہے شعبہ رضی اللہ عنہ سے وہ ایک روایت کرتے ہیں سلمہ بن کہیل سے ...
... پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاالضالین کہا تو کہا آمین آہستگی سے (ترمذی۔ ابوداؤد وغیرہ) اس میں راوی شعبہ ہیں جن کے ثقہ نہ ہونے میں کلام ہے۔

جواب یہ ہے کہ وہابی لوگ جو ہیں اُن کے نزدیک ہر وہ صحابی غیر ثقہ ہے جو اُن کے بناوٹی مذہب کے خلاف ہے اور جو اُن کے مذہب کی طاقت بنے خواہ اُن کا مولوی بیان کرے وہ ہی ثقہ ہے۔ سُنیں

۱۔ شعبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صاحب تقریب وغیرہ شرح بخاری میں لکھا ہے۔ کہ یہ امام المحدثین میں ہے اور بعض روایت میں ہے کہ مدَّ بِھَا صَوْتَہٗ وہاں مدّ عارضی ہے جو کہ اول کلمہ یا آخر کلمہ میں واقع ہوا کرتا ہے اور مقابل حذف کے ہے نہ مقابل خفض کے اور بعض محدثین نے اس کے معانی اُلحال کے لکھے ہیں یعنی اس کو کھینچ کر پڑھنا چاہیئے۔

(از فتح المبین)

۲۔ جس حدیث میں مَدَّ بِھَا صَوْتَہٗ وارد ہے اس سے بھی آمین بالجہر ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ اس کے معنی شارحین نے یہ لکھے ہیں یعنی مَدَّ بِاَلِفِہٖ وَخِفَّتِہٖ مِیْمِہٖ یعنی الف کو کھینچ کر پڑھتے تھے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے۔ آمِیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ اور حدیث صحیح ابن مسعود و عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ یہ صاحب چار چیزوں میں اخفاء (آہستہ) کا حکم امام کے لیے دیا کرتے تھے۔

یہ وہابیہ کی محض دھوکہ بازی اور لاعلمی ہے کتب احادیث تو ان دلائل سے بھری ہوئی ہیں ان کے علاوہ قرآن پاک بھی اس پر شاہد ہے کہ آمین آہستہ کہنی چاہیے۔

۳۔ نیز مَدَّ بِھَا صَوْتَہٗ کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ آپ آمین کو بہ لغت مد پڑھتے تھے نہ قصر۔ علاوہ اس کے آمین کی ایک حد بھی حدیث میں آئی ہے وہ یہ کہ حَتّٰی سَمِعَ

من یلیہ من الصف الاوّل ہے کہ صف اول کے وہ لوگ جو حضور علیہ السلام کے متصل تھے انھوں نے آپ کی آمین کی آواز سُن لی اور یہ بھی تعلیم کے لیے تھا جیسے کہ ہم بیان کر رہے ہیں کہ

ابن قیم نے زاد المعاد میں تصریح کی ہے۔ اور ابوالبشر دولابی نے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ خود وائل فرماتے ہیں ما اراہ الا یعلمنا کہ میرے گمان میں حضورؐ نے تعلیم کے لیے آواز دراز فرمائی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضور علیہ السلام کے مقتدیوں کا آمین بالجہر ہرگز ثابت نہیں۔ تو آج کل کے مدعیان (وہابیہ) عمل بالحدیث کا امام کے پیچھے زور سے آمین کہنا محض بے دلیل ہے۔

اعتراض آمین دُعا نہیں ہے لہٰذا اگر یہ بلند آواز سے کہی جاوے تو کیا حرج ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دُعا آہستہ مانگنے کا حکم دیا ہے نہ کہ دیگر اذکار کا۔

جواب وہابیہ اہلحدیث تو بنتے ہیں لیکن احادیث کی خبر تک نہیں بخاری شریف کی حدیث ہے کَمَا نَقَلَہٗ اَلْبُخَارِیُّ قَالَ عَطَاءٌ اٰمِیْنُ دُعَاءٌ یعنی کہا عطا نے کہ آمین دُعا ہے۔

اب وہابیہ کو مان لینا چاہیے کہ بخاری شریف سے ثابت ہو گیا ہے آمین بھی دُعا ہے اور وہابیہ نے خود سوال میں ذکر کیا ہے کہ رب تعالیٰ نے دُعا کے بارے میں آہستہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔

وہابیہ اگر خدا تعالیٰ نے دُعا آہستہ مانگنے کا حکم دیا تو آمین بھی دُعا ہے تو دُعا آہستہ مانگنی چاہیے۔ اگر تم اہلحدیث ہو تو ہم پورے دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ محض تمہاری دھوکے بازی ہے یا پھر لاعلمی ہے تم جاہل ہو ورنہ کیا وجہ ہے کہ حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے عقلی دلائل پیش کرنا۔

۱۔ حاکم شہید علیہ الرحمۃ کا مستدرک میں حدیث آمین بالجہر کے متعلق کہنا کہ یہ شرط شیخین پر ہے یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے جب کہ اس روایت میں بشر بن رافع راوی ضعیف ہے لہٰذا یہ روایت علی شرط شیخین نہ ہوئی۔

۲۔ بشر بن رافع ضعیف ہے

۱۔ تقریب میں ہے کہ بشر بن رافع راوی ضعیف ہے۔

۲۔ ابن القطان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ بشر بن رافع ضعیف الحدیث ہے۔

۳۔ علامہ عینی نے بنایہ میں لکھا ہے کہ ھو ضعیف الحدیث وفی اسنادہ بشر بن رافع ضعفہ البخاری والترمذی والنسائی واحمد وابن معین۔

۳۔ پھر یہ کہ حاکم شہید نے حدیث آمین بالاخفا کو اپنی مستدرک میں لاتے ہیں اور اس کے متعلق فرماتے ہیں۔ (ھذا) حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یہ حدیث (حدیث امین بالاخفاء) صحیح الاسناد ہے۔ اگرچہ اس کو شیخین نے اپنی اپنی جامع اور تالیف میں ذکر نہیں کیا۔

۴۔ حدیث آمین بالجہر کو علی شرط شیخین کہا ہے اور حدیث میں آمین بالاخفاء کو صحیح الاسناد کہا۔ اس فیصلہ سے ہی حدیث آمین بالاخفاء کو ترجیح ثابت ہوئی۔

۵۔ اگر یہ حدیث صحیح الاسناد ہوتی تو امام بخاری علیہ الرحمۃ امام مسلم علیہ الرحمۃ اپنے مسلک مذہب کی تائید میں اپنی تالیفات بخاری شریف اور مسلم شریف میں درج فرماتے۔

اعتراض حاشیہ ترمذی

بعض روایت میں خفض بہا صوتہ کی بجائے جو مدّ بہا صوتہ آیا ہے سو معنی اس کے محدثین اطال یعنی دراز کیا کے لکھے ہیں اور بعض محدثین نے مدّ سے مدّ عارضی جو اول کلمہ میں ہوتا ہے یا آخر کلمہ میں ہوتا ہے مراد لیا ہے یعنی یہ مد اخفاء کے بالمقابل ہے

نہ کہ خفض کے بالمقابل کیوں کہ خفض کی ضد جہر ہے نہ کہ مدّ بہر حال اس مدّ بہا صوتہ سے جہر ثابت نہیں ہے ورنہ امام بخاری علیہ الرحمۃ اس حدیث کو باوجود معلوم ہونے نہ چھوڑتے۔ اور بالضرور اس کو اپنی صحیح جامع میں درج فرماتے۔ اور اگر مفید طلب ہوتی تو اس سے تعرض نہ فرماتے۔ ضرور ضرور اس میں کوئی علت قادحہ تھی جس کے سبب سے اس کو چھوڑ دیا۔

اور جو بعض روایت رفع بہا صوتہ وارد ہے۔ اس کو بھی اس پر قیاس کرنا چاہیے یا روایت بالمعنیٰ ہے۔ یعنی بعض راویوں نے مدّ کی تفسیر رفع کے ساتھ کی ہے حالانکہ مدّ کے معنیٰ اطال کے ہیں یا مد عارضی ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے اور اگر بالفرض مدّ کو معنیٰ رفع کے بھی سہی تو مراد اس سے بعض اوقات بلند کرنا ہے جو تعلیم امت کے لیے ہے اور یہ آمین بالاخفاء کے منافی نہیں۔

سرکار نے یہ نہ فرمایا کہ جب امام آمین کہے تم بھی آمین کہو تو اس سے امام کا آمین بالجہر ثابت ہو جاتا مگر قولوا سے مقتدیوں کا پھر بھی آمین بالجہر ہونا ثابت نہ ہونا بطریق تنزل اگر مقتدیوں کا بھی آمین بالجہر ثابت ہو تو یہ تب ہی ہوگا جب کہ سرکار یہ فرماتیں اذا قال الامام امین فقولوا امین کہ جب امام امین کہے تو تم بھی آمین کہو مگر سرکار نے یوں نہ فرمایا۔ بلکہ فرمایا اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین قولوا آمین اس سے جہر ثابت نہیں۔

سرکار نے توضاحت ہی فرمادی۔ اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا امین فان الملائکۃ یقولون آمین وان الامام یقول امین

جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو۔ امام نے قرأت پڑھی ہے۔ تم آمین کہو۔ امام کا کام قرأت کرنا ہے۔ مقتدیوں کا کام کرنا نہیں ہے مقتدیوں کا کام آمین کہنا کہنا ہے اور وہ اونچی نہیں کہنا ہے۔ تب ہی سرکار نے وضاحت فرمادی کہ امام بھی آمین کہتا

ہے۔ تمہیں علم نہیں کیونکہ وہ آہستہ کہتا ہے۔ اگر امام اونچی کہتا ہو تو سرکار یہ تعلیم نہ فرماتے کہ ان الامام یقول امین کہ امام بھی آمین کہتا ہے۔

اعتراض قال امین سے جہر ثابت ہوتا ہے۔ قولوا امین سے بھی جہر ثابت ہے۔

جواب تمام فقہاء و محدثین ان احادیث کو جن میں قال اور قولوا امین کے کلمات اور کلمات طیبات ہیں فضائل آمین بیان فرماتے ہیں۔ اگر کسی نے ان حدیثوں کو امین بالجہر کے باب میں بیان کر دیا تو یہ فقط اُن کا اپنا اجتہاد اور استدلال ہے جو ہم پر حجت نہیں ہے کیونکہ لفظ قول ہے۔ جیسا کہ امام بخاری علیہ الرحمۃ نے بخاری شریف میں جہر پر استنباط کیا ہے کہ قول سے جہر مراد ہے۔ یہ فقط اپنے مذہب کی تائید ہے۔ حدیث کے الفاظ قال۔ قولوا اس معنیٰ سے کوسوں دور ہیں ورنہ

قل ھو اللہ احد سے جہر ثابت ہو جائے گا حالانکہ قل ھو اللہ احد آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قل یا ایھا الکفرون سے جہر ثابت ہو جائیگا حالانکہ قل یا ایھا الکفرون آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قل اعوذ برب الفلق سے جہر ثابت ہو جائیگا حالانکہ قل اعوذ برب الفلق آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قل اعوذ برب الناس سے جہر ثابت ہو جائیگا حالانکہ قل اعوذ برب الناس آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قولوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ سے جہر ثابت ہو جائے گا حالانکہ قولوا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْنَ آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قولوا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا سے جہر ثابت ہو جائے گا حالانکہ قولوا اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْنَا آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قولوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا سے جہر ثابت ہو جائیگا حالانکہ قولوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا آہستہ بھی پڑھتے ہیں۔

قولوا ربنا لک الحمد یعنی جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو تو اس سے بھی جہر ثابت ہو جائے۔ حالانکہ امام و مقتدی سارے ہی ربنا لک الحمد آہستہ کہتے ہیں۔

قولوا التحیات یعنی التحیات پڑھو حالانکہ اس کو آہستہ پڑھتے ہیں۔

غیر مقلدو! اب ان تمام مذکورہ صیغوں میں قل اور قولوا آیا ہے تو ان تمام کو جہر سے پڑھنا کیوں مسنون قرار نہیں دیتے ہو اور ان کو آہستہ کہنا کیوں مسنون قرار دیتے ہو۔ قولوا کے معنیٰ پکارنے کے کہیں نہیں ثابت ہوتے بلکہ تم کہو کے ثابت ہوتے ہیں۔ آمین کا کہنا۔ آہستہ بھی ہو سکتا ہے۔

کیا غوثُ الاعظم آمین اونچی کہتے تھے؟

گیارھویں شریف دینے والو اپنے غوث کی طرح آمین بھی اونچی کہو

اوّل تو یہ ہے کہ یہ کتاب ہی غوث الاعظم کی نہیں دیکھو تاریخ حدیثیہ وغیرہ۔ اگر مان بھی لیا جائے تو غوث اعظم حنبلی المذہب ہیں۔ حضرت احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے مقلد ہیں مقلد۔ غیر مقلد نہیں ہیں غیر مقلدو۔ غنیۃ الطالبین میں کئی مقام پر فرماتے ہیں۔ اس لیے حنبلی ہونے کی وجہ سے امین بالجہر کے قائل اور مجوز ہیں۔

غوث اعظم علیہ الرحمۃ ہمارے مرشد کامل ہیں۔ پیر معظم ہیں یہ ہمارا مشرب ہیں فیوض و برکات تصوف یہاں سے لیتے ہیں اور امام اعظم ہمارے مجتہد اعظم ہیں۔ یہ ہمارا مذہب ہیں۔ مسائل

اجتہاد فروعیہ کے احکام یہاں سے ملتے ہیں۔ ہم امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے مقلد ہیں فروعی مسائل کے احکام ہم امام اعظم سے لیتے ہیں لہٰذا اب امام احمد بن حنبل کی تقلید فرماتے ہوئے اگر آمین بالجہر کریں تو حرج کی بات نہیں۔ مگر وہ ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر آہستہ بھی کی جائے تو حرج نہیں۔ بہودلوں کو علم ہے کہ ہم آمین آہستہ کہتے ہیں۔

۱۔ غیر مقلدو۔ غوث الاعظم سید عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقلد ہیں حنبلی المذہب ہیں۔ آپ بڑے دعویٰ سے پکار رہے ہیں اللہ تعالیٰ مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر قائم و دائم رکھے۔ اور اسی پر میری موت ہو اور اسی مذہب پر میرا حشر ہو۔ ص۱۸۷ غنیۃ الطالبین۔ غیر مقلدو! تم تقلید شخصی کو شرک و بدعت قرار دیتے ہو۔

۲۔ غیر مقلدو تم آٹھ رکعت تراویح کے قائل ہو حضرت سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیس رکعت تراویح کے قائل اور مجوز ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص۵۶۰)

۳۔ غیر مقلدو! غوث پاک فرماتے ہیں کہ وضو اور تیمم میں زبان سے نیت کرنا افضل ہے۔ تم زبان سے نیت کرنے کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہو۔ (غنیۃ الطالبین ص۶)

۴۔ غیر مقلدو! تم گردن کا مسح کرنے کو بدعت سیئہ قرار دیتے ہو مگر غوث اعظم کے نزدیک گردن کا مسح کرنا سنت ہے۔ غنیۃ الطالبین ص۸

۵۔ غیر مقلدو! تم اذان میں ترجیع کرتے ہو شہادتین کا تکرار کرتے ہو مگر غوث اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اذان بلا ترجیع کہنی چاہیے۔ غنیۃ الطالبین ص۹

۶۔ غیر مقلدو! تم سرکار کے روضہ کی نیت کر کے جانا شرک قرار دیتے ہو اور زیارت روضہ مقدسہ میں سامنے کھڑے ہو کر دعا مانگنا چاہیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا چاہیے۔ غنیۃ الطالبین ص۳۳

۷۔ غیر مقلدو! تم بزرگوں کے قیام تعظیمی کے منکر ہو اور شرک قرار دیتے ہو۔ غوث اعظم فرماتے ہیں۔ بادشاہ عادل اور ماں باپ۔ کسی دیندار بزرگ کی تعظیم

کے لیے قیام کرنا چاہیے۔ غنیۃ الطالبین ص۴۶ غوث اعظم ! بقول تمہارے کون ہوئے۔ معاذ اللہ)

۸۔ غیر مقلدو! غوث الاعظم علیہ الرحمۃ ! قرأت خلف الامام یعنی امام کے پیچھے قرأت فاتحہ اور سورت یا رکوع پڑھنے کو منع فرماتے ہیں اور سختی سے قرأت خلف الامام کو روکا ہے۔ غنیۃ ص۵۵۳، ص۱۷۱ مگر تم صبح سے لے کر شام تک لاصلوٰۃ الا بفاتحہ الکتاب پڑھ رہے ہو حالانکہ تم ابھی تک اس کے شان بیان کو نہ سمجھ سکے۔ تم لا حرف نفی کے متعلق نہ سمجھ سکے کہ لا (حرف نفی) لا نفی جنس ہے یا لا نفی کمال ہے۔ تم یہ بھی ابھی تک نہ سمجھ سکے۔ اس کا محمل اور مصداق کیا ہے؟ امام و منفرد کے لیے ہے یا امام و مقتدی کے لیے ہے۔ غیر مقلدو! اچھی طرح سے سمجھ لو کہ آپ نے جو فاتحہ خلف الامام یا قرأت خلف الامام سے منع کیا اس لیے کہ یہ آپ کا مذہب ہے اور آپ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے مقلدین میں سے ہیں اگر یہ تقلید شخصی شرک و بدعت ہوتی تو آپ مقلد ہونے کی حیثیت سے اور مشرک اور مبتدع ہونے کی حیثیت سے (معاذ اللہ) بھلا مقبول بارگاہ الٰہی کیسے ہوتے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کیسے ہوتے۔ آپ کی کرامات ! موسلا دھار بارش کی طرح کیسے ہوتیں سا آپ کا مولوی وحید الزماں مترجم غوث اعظم کو۔

۹۔ غیر مقلدو! تم تقلید شخصی کو شرک و بدعت کہہ رہے ہو تم معتقد ہو کہ تقلید شخصی حرام ہے مگر غوث اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عامی کو اختلافی مسائل میں امام کے مذہب پر عمل کرنا چاہیے۔ غنیۃ الطالبین

۱۰۔ غیر مقلدو! تم تو یہ عقیدہ رکھتے ہو کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے (تقویۃ الایمان) مگر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کے غلاموں اور خادموں کے متعلق فرماتے ہیں میت اپنے زائر کو پہچانتی ہے جب وہ قبر پر آتا ہے غنیۃ الطالبین ص۱۶

صحاحِ ستّہ والے مقلّد ہیں

غیر مقلدین حضرات اگر قدرے حیا رکھتے ہوں تو اپنے مذہب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جماعت محدثین خصوصاً محدثینِ صحاحِ ستّہ سے حدیث لینی چھوڑ دیں۔ شرعاً ان کو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ غیر مقلدین ان کی حدیث لیں کیوں کہ محدثین! مقلدین ہیں۔

۱۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ۔ سند المحدثین
۲۔ امام مسلم علیہ الرحمۃ۔ یعسوب المحدثین
۳۔ امام ترمذی علیہ الرحمۃ۔ مُبیّن المذاہب
۴۔ امام نسائی علیہ الرحمۃ
۵۔ امام ابو داؤد علیہ الرحمۃ
۶۔ امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ
۷۔ غیر مقلدیت کا نتیجہ

ایک حدیث بھی نہ سمجھ سکے۔

اعتراض غیر مقلدین آہستہ آمین کہنے کے متعلق احناف جتنی احادیث پیش کرتے ہیں وہ سب ضعیف ہیں اور ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے۔ دیکھئے وائل بن حجر کی حدیث ترمذی شریف میں مذکور ہے جسے احناف امین بالاخفاء میں پیش کرتے ہیں۔ امام ترمذی اُس کے متعلق فرماتے ہیں۔ حدیث سفیان اصح من حدیث شعبہ فی ھٰذا الی ان وقال وخفض بھا صوتہٗ وانما ھو مدّ بھا صوتہٗ

جواب ۱ احناف نے امین بالاخفاء کے بارے میں جتنی احادیث پیش کی ہیں کیا یہ سب کی سب سندیں ضعیف ہیں؟ ہرگز نہیں اور کیا سب احادیث کی اسناد میں شعبہ ہی راوی آرہا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور کیا شعبہ ہر جگہ ہی غلطی کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ تو پھر یہ احادیث امین بالاخفاء کے بارے میں کیوں مقبول نہیں؟ یقیناً مقبول ہیں

جواب ۲ اگر ساری کی ساری سندیں ضعیف ہیں تو پھر بھی اصولِ حدیث مسلّم ہے کہ اگر حدیثِ ضعیف کثرتِ طرق سے وارد ہو تو وہ حدیث حسن لغیرہ کے مرتبہ کو پہنچ جاتی ہے۔

جواب ۳ شعبہ یا ضعیف راوی جن کی وجہ سے حدیث ضعیف ہوئی تو یہ ضعف حدیث! ضعیف راویوں کی وجہ سے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بعد کے زمانہ کا ہے۔ لہٰذا شعبہ کا ضعیف ہونا بطریق تنزّل، پہلوں کو مضر اور نقصان دہ نہیں! امام اعظم کے پاس جب یہ احادیث پہنچی ہیں، اُس وقت ان میں ضعف نہ تھا۔ کیوں کہ امام اعظم نے ثقہ تابعی سے سنا اور تابعی نے صحابی سے جو کہ عادل ہیں سنا اور صحابی نے سرکارؐ سے سنا۔ یہاں ضعف کیسے آئے۔

جواب ۴ اگر یہ حدیث بالفرض پہلے سے ہی ضعیف ہو تو امام اعظم علیہ الرحمۃ جو مجتہد مطلق ہیں اس کو قبول فرما لینے سے قوی اور معتبر ہو گئی کیوں کہ مجتہد جب کسی ضعیف حدیث سے بھی استدلال و استنباط و اجتہاد کر لیتا ہے تو وہ حدیث قابل قبول اور معتبر قرار پا جاتی ہے۔

جواب ۵ چونکہ اس حدیث پر اُمتِ مسلمہ کے ایک عالم نے عمل کر لیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کا ضعف جاتا رہا۔

جواب ۶ جو حدیث ضعیف! تلقی بالقبول کے مرتبہ پر ہو اُس کا ضعف جاتا رہتا ہے۔ اُمّت مسلمہ نے اس حدیث کی تلقی بالقبول کی ہے۔

جواب ۷ آمین بالاخفاء کی حدیث کو قرآن حکیم کی تائید حاصل ہے لہٰذا یہ حدیث قوی ہو گئی اور آمین بالجہر کی حدیث قرآنِ حکیم کے خلاف ہے لہٰذا آمین بالاخفاء کی حدیث پر عمل کرنا مؤید بالقرآن اور مطابق بالقرآن ہے۔

جواب ۸ حدیث امین بالاخفاء کی قیاس بھی تائید کرتا ہے اور بلند آواز سے آمین کہنے کی حدیث! قیاس شرعی اور قیاس عقلی کے خلاف ہے۔ لہٰذا حدیثِ آمین بالاخفاء قوی ہوئی۔ اس پر عمل کرنا چاہیے۔

جواب ۹ احناف نے جو روایات پیش کی ہیں اُن کو اُن کے دعویٰ سے تعلق اور ربط ہے اور دعویٰ اور دلائل میں تقریب تام ہے۔ بخلاف غیر مقلدین کے انہوں نے جو روایات پیش کی ہیں ان کو ان کے دعویٰ سے دور کا واسطہ بھی نہیں اور تقریب تام بھی نہیں ہے اور نہ کوئی اُن کے

مابین مطابقت ہے یہ تو سوال گندم ! جواب جَو والا معاملہ ہے۔

جواب ۱۰ غیر مقلدین جو حدیث آمین بالرفع کو پیش کرتے ہیں یہ منقول ہے سرکار نے تعلیم امّت کے لیے رفع فرمادیا۔ لہٰذا جہر محتمل ہوا اور مرجوح عنہ جیساکہ ابن قیم جوزی نے زاد المعاد میں ذکر کیا ہے۔ یہ واضح دلیل ہے کہ آمین بالجہر بالدوام نہ تھا بلکہ کبھی کبھی تعلیم امت کے لیے رفع کیا ورنہ آمین بالاخفاء بالدوام تھا۔

جواب ۱۱ آمین دُعا ہے۔ دُعا کا آہستہ کہنا ہی افضل ہے اور قرینِ قیاس۔

جواب ۱۲ صحابہ کرام نے آمین بالجہر کو چھوڑ دیا تھا۔ یہیں سے واضح ہوا کہ ان کے نزدیک آمین بالاخفاء کی کوئی اصل تھی لہٰذا آمین بالاخفاء سنّت ہے۔

جواب ۱۳ مَدّ بہا صوتہ یہ روایت بالمعنیٰ ہے۔ اصل لفظ خفض بہا صوتہ' اور مدّ مدّ دو قسم (حاشیہ بخاری۔ فضائل القرآن جلد ۲)

اعتراض ابن ماجہ میں ہے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اذا قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین قال اٰمین حتی یسمعہا اہل الصف الاول فیرتج بہا المسجد۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوبِ علیہم ولا الضالین فرماتے تو آمین فرماتے یہاں تک کہ پہلی صف والے سُن لیتے تو مسجد گونج جاتی تھی۔

جواب اوّل نمبر تو یہ ہے کہ تم حدیث پوری ذکر نہیں کرتے کیوں کہ وہ تمہارے لیے ضربِ کاری تھی ملاحظہ عن ابی ہریرۃ قال ترک الناس التامین۔ لوگوں نے آمین اونچی کہنا چھوڑ دی تھی اس جملہ سے معلوم ہوا کہ عام صحابہ کرام نے بلند آواز سے آمین کہنا چھوڑ دی تھی جس پر ابو ہریرہ یہ فرما رہے ہیں۔ صحابہ کا کسی چیز پر عمل چھوڑ دینا اُس حدیث کے متروک

منسوخ کی دلیل ہے۔ لہٰذا یہ حدیث ہماری (احناف کی) مؤید ہے۔

جواب ۲ یہ حدیث عقل و مشاہدہ کے خلاف ہے۔ جو حدیث عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہو وہ قابلِ عمل نہیں ہے۔ کیوں کہ گونج گنبد والی مسجد یا اونچی پختہ مسجد میں پیدا ہوتی ہے چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہوتی۔

اعتراض ابوداؤد شریف میں ہے۔ حضرت وائل بن حجر سے روایت ہے۔ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اذا قرأ ولا الضالین قال اٰمین ورفع بہا صوتہ

معلوم ہوا اونچی آواز سے آمین کہنی چاہیئے۔

جواب ۱ حضرت وائل بن حجر کی اصل روایت میں مد بہا صوتہ ہے نہ کہ رَفَعَ بِہا صَوتَہ۔ جیساکہ ترمذی شریف میں مذکور ہے جس کے معنی کھینچنے کے ہیں نہ کہ بلند کرنا کے۔ یہاں کسی راوی نے روایت بالمعنیٰ کی ہے۔ مَدَّ کو رَفَعَ سے تعبیر کیا ہے۔ مراد وہی کھینچنا ہے نہ کہ بلند کرنا۔ اُسی وقت روایت بالمعنیٰ کا دستور تھا

جواب ۲ ترمذی شریف اور ابوداؤد شریف کی روایتوں میں نماز کا ذکر نہیں حضور سرکار کی قرات کا ذکر ہے ممکن ہے کہ نماز کے علاوہ کسی قرأۃ کا ذکر فرمایا ہو۔ مگر جو روایات ہم (احناف) نے پیش کی ہیں اُس میں نماز کا صراحۃً ذکر ہے۔

جواب ۳ آمین بالجہر اور آمین بالخفی کی احادیث تعارض ہے مگر آہستہ کی روایتیں قرآن حکیم کے مطابق ہیں اور قیاس شرعی کے موافق ہیں لہٰذا آہستہ آمین کہنی سنت ہے۔ صحابہ کرام ہمیشہ آہستہ آہستہ آمین کہتے تھے اور آہستہ آمین کہنے کا حکم دیتے تھے۔ اور زور سے آمین کہنے کو منع کرتے تھے۔

جواب ۴ زور سے آمین کہنے کی روایات متروک ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اونچی کہنا ترک فرمادیا تھا۔ (بخاری شریف جلد اوّل)

جواب ۵ نیز یہ تعلیم امت کے لیے سرکار نے رفع کیا چند بار مختلف اوقات میں سرکار نے رفع فرمایا تو یہ آمین بالاخفاء کے منافی نہیں۔ جیسا کہ ابن قیم جوزی نے زاد المعاد میں بیان کیا ہے۔ ومن هذا ایضاً جهر الامام بالتامین وهذا من الاختلاف المباح الذی لا یعنف فیه من فعله ولا من ترکه۔ اس سے ہے ایسے ہی امام کو امین کو بالجہر کر دینا یہ وہ مباح اختلاف ہیں جس کے کرنے والے اور نہ کرنے والے کو برا نہیں کہا جا سکتا لہٰذا ابن قیم جوزی کے نزدیک امین بالاخفاء دوامی ہے اور امین بالجہر پہ تعلیم امت کے لیے ہے اور ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہیں کہ مسئلہ امین ایسا ہے اس کو آہستہ کہا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں اور اونچا کہا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ غیر مقلدو! تم نے خواہ مخواہ شور ڈال رکھا ہے۔ ہمارے پاس حدیثیں ہیں۔ لاؤ اپنے اس دعوی پر ایک حدیث صحیح مرفوع غیر متصل غیر مؤدل غیر صریح غیر متروک بھی پیش کر سکتے۔ فاتوا برهانکم ان کنتم صدقین۔

اعتراض ابو داؤد شریف میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ حضور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو قال آمین حتی یسمع من یلیه من الصف الاول یعنی جب سورۃ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو اس طرح امین کہتے کہ صف اول میں آپ سے جو قریب ہوتا تو وہ سن لیتا۔

جواب ۱ یہ حدیث تو آپ کے بھی خلاف ہے۔ پہلے آپ نے حدیث پیش کی ہے کہ آمین کے موقع پر مسجد نبوی سرکار کے زمانہ میں گونج جاتی تھی۔ اس میں یہ ہے کہ صرف سرکار کے قریب والے صف اوّل میں سے (چند افراد) سن لیتے تھے۔

جواب ۲ بظاہر یہی ہے کہ یہ نماز میں امین کا ذکر نہیں۔ یہ خارج صلوٰۃ

جواب ۳ اس حدیث کی اسناد میں بشر بن رافع ہے وہ مطعون ہے اسے ترمذی نے کتاب الجنائز میں اور حافظ امام ذہبی نے میزان میں سخت ضعیف کہا ہے۔ امام احمد نے اسے منکر الحدیث کہا ہے۔ ابن معین نے اس کی روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ امام نسائی

نے اسے قوی نہیں تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ یہ حدیث سخت ضعیف ہے لہٰذا قابل عمل نہیں ہے۔

اعتراض بخاری شریف میں ہے۔ وقال عطاء امین دعاء امّن ابن الزبیر من وراءه حتی ان للمسجد للجة۔ حضرت عطا فرماتے ہیں کہ امین دعا ہے اور حضرت ابن زبیر اور جو ان کے پیچھے تھے انھوں نے امین کہی یہاں تک کہ مسجد میں گونج پیدا ہو گئی۔

اس حدیث کے بھی چند جواب ہیں۔

جواب ۱ قول عطا ہمارے مسلک کے مطابق ہے لہٰذا آمین آہستہ کہنی چاہیے کیونکہ امین دعا ہے اور دعا قرآن کریم کے نظریے کے مطابق آہستہ کہنی چاہیئے۔ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیة

جواب ۲ اس حدیث میں نماز کا ذکر نہیں نہ معلوم کہ یہ تلاوت! خارج صلوٰۃ ہوئی ہے یا نماز میں۔ ظاہر یہی ہے کہ یہ تلاوت خارج نماز ہو گی۔ تاکہ حدیث میں مطابقت رہے۔

جواب ۳ یہ حدیث عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیوں کہ کچی اور چھپر والی مسجد میں گونج پیدا نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا یہ حدیث واجب التاویل ہے۔

اعتراض ابن ماجہ میں ہے۔
عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه۔ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قال غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال امین حتی یسمعها اهل الصف الاول فیرتج بها المسجد

واضح ہوا کہ غیر مقلدین کے پاس ایسی کوئی حدیث صحیح مرفوع نہیں جس سے نماز میں امین بالجہر کی تصریح ہو۔ لہٰذا وہ اپنی ساری طاقتوں کو بالائے طاق رکھ کر ابھرتے ہوئے جذبات کو سمیٹ کر حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ سراج الامۃ علیہ الرحمۃ کی تقلید کا دامن تھام کر اعلان کریں۔

عزیز قارئین کرام! فرقہ وہابیہ اس بارے میں اکیس [۲۱] حدیثیں پیش کرتے ہیں ان سے بھی نہ تو اکثر فعل آپ کی ذات کا ثابت ہوتا ہے اور نہ داڑھی ، اور علاوہ اس کے وہ حدیثیں ضعیف اور منسوخ ہیں جس کے بارے میں ہم انشاء اللہ تعالیٰ جرح قدح کر سکتے ہیں ۔ یہ فرقہ وہابیہ اکثر اوقات عوام الناس اور کم علم لوگوں کو دکھا کر دھوکا ہیں ڈالتے ہیں ۔ ہمارے سامنے آجائیں ۔ انشاء اللہ اسی طرح ایک ایک حدیث کے بارے میں جرح و قدح کی جائے گی ۔ پھر ناظرین کو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ لوگ سراسر جھوٹے ہیں ناحق امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنی زبان سے میاں مٹھو بنتے ہیں ۔

امام پر اعتراضات کرنے والے غور کریں ۔

نقشۂ تلامذہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

فقیر ابو العلا محمد عبداللہ قادری اشرفی رضوی ۔ قصور